THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222397
UNIVERSAL LIBRARY

۱۳۵۰

محمد حسام الدین جلد ساز
عقب مسجد چوک

خمخانہ

گورسرن لی آزاد توکلی

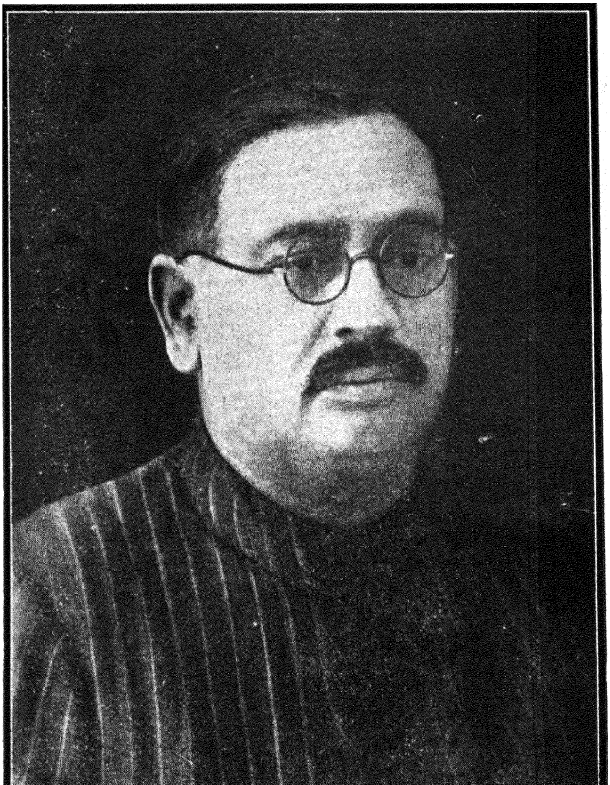

رائے گورسرن بلی آزاد توکلی

اصناف سخن خمخانۂ آزاد

اصناف سخن	از صفحہ	تا صفحہ	
غزلیات اردو	۱	۶۶	
غزلیات فارسی	۶۷	۱۰۲	
خمسہ جات بر غزلیات حافظ	۱۰۳	۱۱۲	
قصاید فارسی و اردو	۱۱۳	۱۲۴	
سہرے	۱۲۵	۱۳۸	
قطعات تاریخ	۱۳۹	۱۵۶	
قطعات و رباعیات	۱۵۷	۱۶۸	
متفرق نظم	۱۶۹	۱۹۹	محاکات و ظرائف و نظمیں
متفرق پس ماندہ	۲۰۰	۲۰۲	
مثنوی	۲۰۵	۲۰۹	
تواریخ طبع کتاب	۲۰۵	۲۱۲	

غلط نامہ کلیات خمخانۂ آزاد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۱۱	نالہ فریاد	نالہ و فریاد
۱۸	۱۲	صدق وفا	صدق و وفا
۴۶	۱۴	آز حرماں	آز و حرماں
۴۱	۱۴	جیسا بین	حسا مین
۴۱	۱۱	درخشاں	رخشاں
۷۳	۱۴	گر	کز
۷۸	۴	بہرام	بہرام و
۷۸	؍؍	موشش	مور وشش
۸۰	۳	اگر	وگرا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۶	۷	خشک	خسک
۱۰۹	۵	ازاقلیم	اقلیم
۱۲۰	۱۷		
۱۴۷	۵	x	ہوئی ہے
۱۵۶	۱۱	x	نظام کا
۱۶۴	۷	جی کا	جی کا تھا
۱۷۴	۱۲	شان	نشان
۱۷۶	x	x	نیشن
۱۷۶	۵	نہروں	لہروں
۱۴۱	۶	بن ساس	بن باس
۱۴۱	۹	ف	ہجری
۱۷۸	۷	ف	ہجری
۱۸۷	۱۳	قلبہ راں	
		رعنایاں	راعنائیاں

کتب خمخانۂ آزاد و الخیام و الشمس کے

ملنے کا پتہ حسب ذیل ہے

براہ کرم ذریعہ وی پی یا ذریعہ ملازم یا تشریف آوری کے ذریعہ حاصل فرمائے جا سکتی ہیں۔

جگناتھ بلی گورسرن بلی آزاد تو کلی چھاپینا شرقی روبرو دروازہ گاڑی کے جعفر علی صاحب

قریب دیوڑھی راجہ شیوراج بہادر دھرم ونت۔ اخراجات بذمہ خریدار

شمس المطابع مشین پریس و قانونی بک ڈپو نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

خمخانہ

یعنی

مجموعہ کلام آزاد

مشتمل بر

غزلیات اردو و فارسی، قصاید اردو و فارسی، مخمس فارسی، سہرے، قطعات تاریخی
رباعیات و قطعات، متفرق نظمیں، مثنوی

از

جناب گورسرن علی صاحب آزاد توکلی آصفجاہی

باہتمام
خاکسار محمد شمس الدین خاں مالک
شمس المطابع شمس پریس نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن
۱۳۴۸ف
تعداد (۵۰۰)
قیمت عمر

ص ٢٣٣

مقدمہ

(از جناب ہربنس چند صاحب اگزامنر آف اکونٹس کروڑگیری سرکارِ عالی)

آزاد کے کلام پر تبصرہ کرنا میرے لئے چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ یہ کام کسی نقادِ سخن اور بلند پایہ شاعر کے تفویض کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ مگر آزاد کے شفقت آمیز اصرار پر میں نے یہ مختصر سی تمہید لکھی ہے۔ غایت میری یہ ہے کہ ناظرین کو آزاد سے متعارف کرایا جائے نہ کہ اُن کے کلام پر کوئی تنقید ہو۔

رائے گوردھرن بلی آزاد توکلی۔ رائے راج بلی صاحب ادیبؔ توکلی کے فرزند رشید اور رائے شام بلی صاحب توکلی کے پوتے ہیں۔ آپ کے جدِ اعلیٰ مہابلی صاحب انورؔ توکلی صاحبِ دیوان اور شاہانِ اودھ کے سیاہہ نویس تھے۔ حضرت خلیل لکھنوی کے تلامذۂ ارشد میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا۔ آزاد کے بزرگوں کا اصلی وطن دہلی تھا۔ مگر رفتارِ زمانہ کی وجہ سے یہ خاندان اولاً لکھنؤ اور ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد حیدرآباد میں منتقل ہوا۔ اس خاندان کا راجہ شیوراج دھرمونت آنجہانی کے خاندان سے خاص و گہرا تعلق ہے۔ آزاد صاحب راجہ شیوراج دھرمونت آنجہانی کے حقیقی بھانجے ہیں۔ سنہ ۱۳۲۰ ہجری میں آزاد کا جنم ہوا۔ فارسی، ہندی، سنسکرت اور انگریزی کی

ابتدائی تعلیم آغوشِ پدری میں حاصل کی۔ چونکہ بچپن ہی سے آزاد بلا کے ذہین واقع ہوئے تھے لہذا لکھنؤ۔ دہلی اور خاص دکن کے قابل ترین اساتذہ آپ کے اعلیٰ تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۴ برس کی عمر میں فارسی کی منتہی کتابیں ختم کر دی گئیں اس کے بعد انگریزی تعلیم کے لئے مدرسہ دبیر مونت اور مدرسہ عالیہ میں آپ شریک کئے گئے مگر افسوس ہے کہ کمسنی میں سایہ پدری اُٹھ جانے سے آپ کو انگریزی تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ بقول کسی کے کہ شاعر پیدا ہوتا ہے بنایا نہیں جاتا۔ خاندان شعرا کے یہ نونہال ایام طفولیت میں ہی میدان فن شعر گوئی میں چوگان بازی کرنے لگے۔ ابتداً ڈاکٹر رائے کرپا شنکر صاحب حشم کا تلمذ آپ کو نصیب ہوا جو ایک بلند پایہ شاعر اور صاحب دیوان تھے۔ افسوس ہے کہ آزاد کا ابتدائی کلام اُن کے گھر کا ایک حجرہ گر جانے سے تلف ہو گیا ورنہ آزاد کے فن شعر گوئی کے تدریجی ارتقا کا مطالعہ باعث دلچسپی ہوتا آزاد نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ایک مثنوی اور منتخب رباعیات عمر خیام کا اردو نظم میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ آزاد شاعر بھی ہیں اور فلسفی بھی۔ نام کے آزاد نہیں بلکہ خیالات اور بلند پروازیوں میں بھی آزاد ہیں۔ تغزل کے سنگلاخ زمین میں ہندو فلسفہ کے نکات کا بیان کرنا انہی کا حق ہے۔ جہاں گل و بلبل کی داستانیں بیان کی گئی ہیں وہاں وحدانیت کے ادق مسائل پر روشنی ڈالنا آسان کام نہیں۔ غرضکہ

آزاد کا کلام ہر نوعیت سے لائق داد و قابل قدر ہے۔

آزاد نے اپنے استاد حضرت مولنا محمد ضامن صاحب کنتوری جو آسمان ادب اُردو کے نیر درخشاں ہیں و نیز دیگر احباب کے اصرار پر اپنے اس کلام کو طبع کرایا ہے۔ اور مجھے اس کی کامل توقع ہے کہ نقادان سخن سے ہر زمانے میں یہ خراج تحسین حاصل کرتا رہے گا۔ فقط

ہربنس چند

ریویو

(از جناب مولنا مولوی محمد ضامن صاحب کنتوری دام فیوضہ)

آزاد آزاد ہے آزاد کا کلام آزادوں کے دل کی آواز ہے عارض نہیں خال نہیں گیسو نہیں کاکل نہیں لفظی گورکھ دہندہ نہیں بیان کا اینچ پیچ نہیں حقایق کا گنجینہ ہے تعلیم وحدت کا آئینہ ہے تعلیم قرآن کی ہو یا گیتا کی۔ انجیل کی ہو کہ زبور کی راہیں الگ الگ ہیں منزل ایک ہے مقصد سب کا خداشناسی اور معرفت ذات ہے، آزاد کا دل باہمہ آزادی عشق ذات کا پابند ہے اور ان کے کلام میں اسی عشق کی جھلک نمایاں ہے۔ پڑھنے والے پڑھیں گے سمجھنے والے سمجھیں گے میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں ؎

دولتِ دارین در کامِ تو باد
از تو روشن بادِ نامِ اوستاد

خاکسار

ضامن کنتوری

عرض حال

قارئین کرام!

حقیقی معنوں میں میں کوئی شاعر نہیں، عروض داں نہیں اور نہ میں نے شاعری کے لئے اپنی زندگی وقف کی۔ ہاں فطرتاً عہد طفولیت سے طبیعت موزوں پائی ہے فن شعر کا طبیعت سے لگاؤ ہے کبھی کبھار ابتدا سے موقع بموقع کچھ کہہ لیا کرتا ہوں جو کاغذی پُرزے دستبرد زمانہ سے تلف ہوئے ہوئے اور جو بچ رہے وہ ملاحظہ سے گذرینگے میں نے کبھی کوئی باضابطہ ڈائری یا کتابچہ نوشتہ مسودات نظم کے لیے نہیں رکھا۔ ڈاکٹر پروفیسر زور کے مرتبہ "مرقع سخن" جلد دوم میں جناب مولوی عبدالسلام صاحب یا کرمی مجی جناب رائے ہربنس چند صاحب اکزامنر اکونٹ کروڑگیری سرکار عالی نے مقدمہ کتاب ہذا میں یا کرمی ڈاکٹر پروفیسر زور صاحب رضا و مخدومی مولانا محمد ضامن کنتوری نے دیباچہ ہائے الشمس و الخیام و کتاب ہذا میں میرے متعلق اظہار خیال و ریویو فرمایا ہے یہ تمام حضرات موصوف الصدر کی ذرہ نوازی کا ثبوت ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ تاہم میں موصوفین کا بیحد مرہون منت و ممنون شفقت ہوں کہ انھوں نے مجھے اپنی تنویر ذات سے منعکس ہوکر منور فرمایا ہے و نیز میں ان احباب و اعزا کا مشکور رہوں جن حضرات نے قطعات تاریخی طبع خمخانہ کے لئے روانہ فرمائی ہیں۔

میرے مطبوعہ ترجمہ رباعیات خیام و مثنوی الشمس کے ملاحظہ کے بعد اکثر احباب نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ لفظ توکلی کی مزید نام کے ساتھ بندش کیوں لگائی گئی جبکہ آپ آزاد ہیں اس کے متعلق جناب مولوی عبدالسلام صاحب نے مرقع سخن جلد دوم میں روشنی ڈالی تھی جو شاید کسی کی نظر سے نہیں گذری دراصل یہ قوم کایستھ کے چوراسی القاب میں سے ایک لقب یا ال ہے جس کو خاندانی نام بھی کہا جا سکتا ہے چونکہ میدان ادب اردو کی طباعت میں ابتداً مذکورہ کتب ہی کے ذریعہ میں داخل ہوا ہوں اس لئے یہ لقب نیا محسوس ہو رہا ہے جو چند روز میں مطبوع طبائع ہو جائیگا۔ حضرات میں آخر میں عرض کرونگا کہ میں کیا اور میرا کلام کیا میں تیار نہ تھا کہ میرا بے بضاعت کلام طبع ہو مگر مخدومی و محترمی مولانا ضامن مدظلہ کا اشارہ احباب داعزا کے تشدد رنگین نے مجھے مجبور کر دیا کہ یہ یادگار رہے گو کہ رہے نام اللہ کا مگر خیر جب تک رہے رہے طبع کر دیا جا رہا ہے اس کے طبع ہونے کا اہم جزو خرچ طبع جس کے لئے میری مالی حالت متقاضی نہ تھی ایک سد سکندری تھی مگر میں عزیز راجہ دھرم کرن بہادر آصفجاہی اول تعلقدار بیدر شریف و عزیز راجہ دھراج کرن بہادر آصفجاہی کا بیحد رہین منت ہوں کہ انھوں نے اپنے اسٹیٹ سے کافی امداد طباعت کے لئے دلوائی ورنہ میرا موجودہ کلام میرے ساتھ نذر دست برد زمانہ ہو جاتا۔ ساتھ ہی ساتھ میں مولوی محمد شمس الدین خاں صاحب مالک شمس المطابع مشین پریس کا بیحد مشکور ہوں کہ انھوں نے طبع کتب میں اپنی نوازش مجھ پر مبذول رکھی فقط

نیاز کیش خاکسار:۔ **گورسرن لال آزاد توکلی**

چار مینار شیو راج بہادر روڈ نزد مالوالا ڈیوڑھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

ہر ذرّہ کونین ہے گھر ذات خدا کا
بے جا ہے یہاں ذکر خلا اور ملا کا

اس ذات میں وسعت کا ٹھکانا نہیں جس میں
اک نقطہ ہے موہوم فقط ارض و سما کا

ہے آب اسی میں یہ الگ آب سے وہ ہو
وابستہ اسی سے ہے نفس بادِ صبا کا

ہے نار اسی ذات میں اک عالمِ تاباں
اور خاک اسی ذات کا کھینچا ہوا خاکا

جس چیز میں گرداں ہو اسی چیز میں ہو وہ
اور وہ کہ جسے نام دیا سب نے خلا کا

محلول عناصر کا نشاں جب نہ ہو باقی
لا شئے ہو جہاں مٹ کے نہ ہو نام نہ خاکا

جب نام و نشاں کچھ نہ ہو باقی تو بتاؤ
سر کیسے نہ جھک جائے وہاں عقلِ رسا کا

حرکت میں سکوں مل گیا جس قلب کو آزاد
حقدار وہی دہر میں ہے ظلِ ہما کا

۲

غزل

دل کو خزانۂ غمِ پنہاں بنا دیا — سینہ کو اس نے گلخنِ سوزاں بنا دیا

یہ بھی پھرا اُدھر تو جدھر کو نگہ پھری — دل کو نگاہِ یار نے چوگاں بنا دیا

چھالوں نے پھوٹ پھوٹ کے تلووں بار بار — صحرا کو خونِ پا سے گلستاں بنا دیا

تھیں دھجیاں ہمارے گریبان چاک کی — روزِ ازل جو یار کا داماں بنا دیا

بل کے ہے دل کو چین کہ اب ضبطِ آہ نے — درماں کو درد، درد کو درماں بنا دیا

ارمان نکالنے کا ہم ارمان کیوں کریں — جب اُس نے دل کو مخزنِ ارماں بنا دیا

کیوں مجھ کو منع کر دیا لذاتِ خلد سے — اس خاکداں کا کس لئے مہماں بنا دیا

آرائشِ جمالِ رخِ یار مرحبا! — آنکھوں کو تو نے رشکِ پرستاں بنا دیا

ممکن نہ تھا کہ چیر کے دکھلائیں دل تمہیں — قطرہ لہو کا اک سرِ مژگاں بنا دیا

کیا پوچھتے ہو دل کی خرابی کہ عشق نے — آباد گھر تھا اک جسے ویراں بنا دیا

کس ناوکِ نگاہ کا کھلا ہوا ہے تیر — عالم کو جس نے گنجِ شہیداں بنا دیا

دل مفت نذرِ ناز ہو خالق کی شان ہے — جنسِ گراں کو کس قدر ارزاں بنا دیا

نقطہ کی طرح قلب میں کونین بند کی — لا انتہا خیال کا میداں بنا دیا

آزاد زشتکار ہوئے مے میں ڈوب کر
اس شست و شو نے درخورِ غفراں بنا دیا

غزل

جس دل پہ ناز تھا مجھے جس پہ غرور تھا — سنگِ جفائے یار سے وہ چور چور تھا

بننے لگی تھی بات بنائے بنی نہ حیف — جس نے ڈبو دیا وہ دل ناصبور تھا
وہ کون اور ہوگا مجھے اس سے واسطہ — منت کش نگاہ سرِ کوہِ طور تھا
بجلی گرائی غیر پہ کب چشمِ یار نے — مجھ کو کسی طرح سے جلانا ضرور تھا
جدول کشِ جمال ہے نورِ مداد مہر — ہر روز اس کا چرخ پہ گھٹنا ضرور تھا
روشن ہوا تھا بزم میں اپنے ہی نور سے — وہ نور بخش بزم جو شمع شعور تھا

صہبائے بیخودی سے تھے آزاد مست ہم
جس دن کہ حرفِ عشق ہم آہنگ صور تھا

غزل

وہ خاک ہو کے گلوں کا غبار ہو جانا — نہ ہو نصیب خزاں کیوں بہار ہو جانا
حصول عمر ہے حاصل گلِ دلِ شب ماہ — کنار آب سر سبزہ زار ہو جانا
مزہ جبھی ہے کھٹکا رہے جگر میں تیر — وہ اور بات ہے سینہ کے پار ہو جانا
ہر ایک بات پہ ان کا غضب ہے الغرض — ذرا سی بات پہ بے اختیار ہو جانا
مکان تن سے الگ ہے نہیں ہے اپنا کام — ہوا ابلق لیل و نہار ہو جانا
قضا کی شکل میں بدلی ہے زندگی اپنی — نصیب بادہ ہوا ہے خمار ہو جانا
فراق بحر مقدر تھا صورت قطرات — کشش سے مہر کی شکل بخار ہو جانا

جہاں میں کہتے ہیں اکسیر جس کو اے آزاد
کسی کی خاک سر رہگذار ہو جانا

غزل

جذبۂ بے اختیار شوق بیتابانہ تھا
چشم ساقی پہ نظر تھی ہاتھ میں پیمانہ تھا

باعث تزئین جنت ہو گیا حسن خیال
اور حقیقت میں جو دیکھا اسکو اک ویرانہ تھا

تیلیاں ہم نے قفس کی جوش وحشت میں چنیں
مطمح چشم جنوں صحرا میں بھی کاشانہ تھا

آتش بے دود الفت ایک آتش ہی تو ہے
شمع کا جلنا بھی وجہ سوزش پروانہ تھا

پھر نہ پلٹی وہ صدا اس گنبد دوار سے
نعرۂ منصور کار ہمت مردانہ تھا

جذب نار عشق نے نار مجسم کر دیا
گرمیٔ آتش سے کیا پروانہ بے پروانہ تھا

ابیض و میگون و اسود رنگ چشم یار کا
آب حیواں سم قاتل صورت خمخانہ تھا

رند سارے ہنس پڑے دیکھی جو چشم آز شیخ
وعظ کہتے جاتے تھے اور رخ سوئے پیمانہ تھا

نام اسے آئینہ ادراک کیوں نقش سویدا رکھدیا
قلب میں تو منعکس خال رخ جانانہ تھا

غزل

گھٹ کے دم جانیکو تھا ہی تو نے رسوا کر دیا
اے خیال گیسوئے خمدار یہ کیا کر دیا

زندگی بیکار تھی ہوتا نہ گر سوز و گداز
عشق جاناں تو نے دل میں درد پیدا کر دیا

حیف ہے گر ہم نہ جانیں خود کو جب خلاق نے
اپنی صورت پر تشکل یہ ہیولے کر دیا

کیا تھا لطف قرب کھلتا جو راز عاشقی
اب نہیں اپنی خبر بھی دور اتنا کر دیا

حسن پردے میں ہے دشوار تھا ہوسکے
بے نقابی کو حجاب چشم بینا کر دیا

آگ کو گلشن بنایا کس نے ابراہیم پر — ابر رحمت تھا برس کر جس نے ٹھنڈا کر دیا
فاختہ سروِ سہی پر گل پہ بلبل ہے نثار — اس کو اس پر اسکو اس پر تو نے شیدا کر دیا
تھا ہمارا کام فرقِ تلخ و شیریں خوب و زشت — اس نے جو کچھ بھی دیا ہم کو وہ سمجھا کر دیا
عشق کو کب پاس ناموس عزیز مصر تھا — پارہ پارہ دامن صبر زلیخا کر دیا
کیوں نہ ہو منت کش سوز جگر آزاد جب
خشک آلام جہاں کا پل میں دریا کر دیا

غزل

باقی حجاب چشم پس آسماں نہ تھا — یہ فاش ہو گیا کہ کوئی رازداں نہ تھا
کب سے ہوں کیا بتاؤں میں سالار کارواں — اس وقت سے ہوں جب کہ مرا کارواں نہ تھا
اپنے کو جانتا تھا تعین سے ہوں الگ — مجھ کو خیال بستگی این و آں نہ تھا
پیر و جوان و طفل اگر جسم ہو تو ہو — لیکن میں اپنی ذات میں پیر و جواں نہ تھا
محوِ جمالِ حسن خود آرا تھی میری ذات — میں بستۂ خیال جمال بتاں نہ تھا
دنیا مجھے نجات تو اس کی بھی تھی نجات — اس میں تو صرف سود تھا کوئی زیاں نہ تھا
یہ امر واقعہ ہے بقا سے دوام میں — اسمات و ارض و شمس کا بالکل نشاں نہ تھا
کیونکر کہوں کہ آج میں ہوں آشیان میں — ہے اصل یہ کہ کوئی مرا آشیاں نہ تھا
اوچھا بتاؤ ہاتھ لگایا یہ تم نے کیوں — مانا کہ روز قتل مرا امتحاں نہ تھا
تھا ساتھ ساتھ ناقۂ لیلے کے اسکا دل — مجنون خستہ حال پس کارواں نہ تھا
اظہار رنگ حسن حقیقت تھا بزم میں — آزاد دلفگار کوئی خوش بیاں نہ تھا

غزل

اس لئے لب پہ مرے شکوۂ اغیار نہ تھا
وہ لئے پہلے کبھی ہاتھ میں تلوار نہ تھا

وائے بر کو تھی منتظرِ چشم وا غنچہ
میں نے دیکھا کوئی جھگڑا پس دیوار نہ تھا

جام کوثر سے مری تشنہ لبی کیوں بجھتی
کام بخش دل آزردہ لب یار نہ تھا

خون بلبل نے کچھ اس طرح سے سینچا گل کو
اک فغاں رہ گئی قطرہ سرِ منقار نہ تھا

کیوں تری چشم نہ جھپکی چمن عالم میں
کوئی پرسان غم نرگسِ بیمار نہ تھا

جلنے بیٹھے وہ ابھی دو سب مست بھی بول اٹھے
کون کہتا ہے ازل خانۂ خمار نہ تھا

کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجے
سینۂ اغیار کا کب تکیہ گہ یار نہ تھا

کیوں پھنسا کس نے پھنسایا تجھے پابند حیا
پھنس کے پھر چھوٹ گیا جیسے گرفتار نہ تھا

پتلیاں آنکھ میں ساکن ہوئیں حیرانی سے
حشرستانِ ستم تھا وہ قدِ یار نہ تھا

حشر میں آنکھ جو کھولی تو سمجھ میں آیا
ورنہ میں معتقدِ فتنۂ رفتار نہ تھا

رہ گیا جوش جنوں ہاتھ کو ملتا آزاد
قسمت عشق میں دیکھا کہ کوئی تار نہ تھا

غزل

کر گئی ہم پہ فسوں کاکل پیچاں اپنا
کیا کہیں کس سے کہیں حال پریشاں اپنا

ہے شبستان وفا صبح بہاراں بہ بغل
شعلۂ گل ہے چراغ تہ داماں اپنا

اے جنوں ہم کو ٹھکانے سے لگایا تو نے
جوشِ وحشت میں گھر آنگن ہی بیاباں اپنا

آہی کثرت سے مرے دل میں پھپھولے اُٹھے — کہ ہوا قلب حزیں سرو چراغاں اپنا
دے کے محبوب کو دل حیف تمنائے وصال — کم ہے کیا یار پہ رہجائے جو احساں اپنا
تپ فرقت میں کچھ اس طرح سے ہم زار ہوئے — تار بستر سے ملا تار گریباں اپنا
ہو گیا حاجب دل زنگ تمنائے وصال — کس طرح دیکھئے منھ موسی عمراں اپنا
وہی رُک رُک کے دم سرد ہوا آخر کار — نالہ نے روک لیا دل میں جو طوفاں اپنا

زندگی سیل حوادث کا بھنور ہے آزاد
ساز ہستی ہے فقط خواب پریشاں اپنا

غزل

زباں زد ہے سب کے فسانہ ہمارا — وہاں ذکر ہے نا بسانہ ہمارا
کبھی ہم بھی سرخیل کروبیاں تھے — کبھی لامکاں تھا ٹھکانہ ہمارا
کہاں تاب پرواز روح الامیں میں — ہے عرش بریں آشیانہ ہمارا
خلا میں نہ عنصر میں کوئی قوت — سنو سنے والو فسانہ ہمارا
نہیں جانتے حد کہاں ہے ہماری — ہے کونین اک آشیانہ ہمارا
فریب نظر یہ مکان و زماں ہے — طلسمات ہے کارخانہ ہمارا
یہ بیگانگی عقل کی دیکھنی ہے — جہاں کو ہیں سمجھے یگانہ ہمارا
بھٹکتے ہیں ہم چار سو اس جہاں میں — ہمیں میں ہے پنہاں خزانہ ہمارا
سنو بیکسی اپنے دشت طلب کی — ہے زانوئے مجنوں سرہانہ ہمارا
لگا دیگا یہ آگ قلب فلک میں — در یار پر بار پانا ہمارا

کھلے کاش آزاد پہ چشم حقیقت
کہ یہ شعر ہیں تازیانہ ہمارا

غزل

گریۂ خون دل اپنا ابر باراں ہو گیا — قطرہ ہر اک اشک کا یاقوت رماں ہو گیا
خاش رہا از شام غربت تیغ عریاں کر گئی — دیکھ کر صبح وطن دل میرا خنداں ہو گیا
لذت زخم جگر نے کر دیا مست الست — درد ہم سمجھے ہوئے تھے جسکو درماں ہو گیا
کس پری وش کا ہے یہ سودائے زلف پر شکن — لطف آزادی چھٹا محبوس زنداں ہو گیا
کیا خطا تھی کس لیے اور کس نے پھینکا ہمکو یاں — اور پھر یہ ساز ہستی کیوں پریشاں ہو گیا
ہستی آزاد پر عائد ہیں کیوں پابندیاں — کس سے پوچھیں کیوں گرفتاری کا ساماں ہو گیا

شعشعہ ہے وہ بھی آزاد ایک نور نور کا
چرخ پر جو صورت مہر درخشاں ہو گیا

غزل

ادا سے وہ گل خندہ زن ہو گیا — ہرا دل کا میرے چمن ہو گیا
جسد اپنا خون جگر سے بنا — جو کھایا تھا جز و بدن ہو گیا
تعین میں آکر کھلی آنکھ جب — نشہ اپنا سارا ہرن ہو گیا
چھپے عنصروں میں ہم اس طرح سے — کہ اوجھل نظر سے وطن ہو گیا
یہ مایا کی ہیں صرف نیرنگیاں — جو تھا آتما گو سرن ہو گیا

بسر عمر کی اس کے آزاد ساتھ
نیا پھر یہ چرخ کہن ہو گیا

غزل

بتا رہا ہے ہمیں آہ کا فغاں ہونا
بخار آب کا اور آگ کا دھواں ہونا

کسی کا پردۂ الطاف میں یوں نہاں ہونا
نظر میں اہل بصیرت کے ہے عیاں ہونا

تلاش یار کی بہتر ہے دیدہ سوزی سے
فراق یار میں آنکھوں کا خونچکاں ہونا

عجب طراوش دل تھی کہ جس سے اُٹھ نہ سکے
ہوا متعذر خوں وقف آشیاں ہونا

ہے عہد بستۂ یاراں ہمہ گر تعمیر
ہوا نصیب کمیں صورت مکاں ہونا

غلام گردش رفتار آسماں ہو کر
بعید ہے یہ وجاہت سے سرگراں ہونا

یہ نور ذات کو کیا کم ہے شرم اے آزاد
رہین منت ادوار آسماں ہونا

غزل

خون دل اپنا اگر صرف فغاں ہو جائے گا
صورت رنگ شفق سرخ آسماں ہو جائیگا

لحظہ بھر کی برق پاشی چرخ تیری ہی دلے
اک گھڑی وہ آئیگی تو بھی دھواں ہو جائیگا

روز ادل پھونک دیتے اسکو جو ہم جانتے
اخگر دل ایک دن آتش فشاں ہو جائیگا

ہم نہ توڑیں گے کبھی عہد وفا ہونے کبھی دو
دشمن اہل وفا گر آسماں ہو جائیگا

سر کو اپنے ہم سمجھ کر یہ رگڑتے ہیں کہ یہ
اک نہ اک دن گھس کے سنگ آستاں ہو جائیگا

قید ہستی بھول جائے قید ہی میں ورنہ پھر
طائر آزاد وقفِ آشیاں ہو جائیگا

یہ جرس کی ہے صدا مٹ جائیگی منزل کی فکر
کارواں جب آپ گردِ کارواں ہو جائیگا

موت پر اب منحصر ہے ہم تو یہ سمجھے تھے اسے
زندگی ہی میں یہ دل دارالاماں ہو جائیگا

دل کا بیعانہ دیا جانا متاعِ حسن پر
باعثِ ارزانیِ جنسِ گراں ہو جائیگا

آس اس در کی نہ ٹوٹے سانس چاہے ٹوٹ جائے
یہ توقع ہے کہ ہمدم وہ مہرباں ہو جائیگا

شاعری آزاد کہتے ہیں کہ ہے لڑکوں کا کھیل
طبع سرکش کا تری آج امتحاں ہو جائیگا

غزل

قطرہ قطرہ میں یہاں بحر کو پنہاں دیکھا
نورِ ہستی کو چراغِ تہِ داماں دیکھا

کھلتے ہی کھل گئے وہ عقدے عناصر کے جسد
سازِ ہستی کا گٹھا ہوا ساماں دیکھا

کیا کہیں کس سے کہیں خود تماشا تھا جہاں
اپنے خود آپ کو خود آپ میں حیراں دیکھا

باغِ فردوس تو ہے نتیجۂ مکافاتِ عمل
اس سے بڑھ چڑھ کے کہیں چمنستاں دیکھا

آسماں تھا نہ زمیں تھی نہ عناصر تھے نہ برق
ہم نے اس طرح کا اک خواب پریشاں دیکھا

بن پئے رندوں کو دو مست کئے دیتا ہے
جانفزا زمزمۂ بادہ فروشاں دیکھا

ہم نفس تازہ ہے کیوں چاک گریباں تجھے
میرا بکھرا ہوا ہر تار گریباں دیکھا

لطف ساقی سے پرستارِ مئے جام ہوا
دردِ مے ہاتھ لگی رند کا ساماں دیکھا

خواہ منصور ہو فرہاد ہو وامق ہو کہ قیس
مکتبِ عشق میں اک طفلِ دبستاں دیکھا

اے خوشا ترکِ علائق کہ تجھی میں ہے نشاط
مے عشرت میں ملا خونِ عزیزاں دیکھا

کار فرما ہے کوئی آتشِ پنہاں اس میں — جرمِ خورشید کو بھی سوختہ ساماں دیکھا
رنج و راحت کا ہے اک دورِ مسلسل عالم — شمعِ رحمت کو سرِ گورِ غریباں دیکھا
صبحِ امید عجب کیا جو ادھر رُخ پھیرے — ڈوبتا مہر سرِ شامِ غریباں دیکھا

اپنے خود آپ کو آزاد نہ ہم دیکھ سکے
ورنہ کیا کیا نہ نہاں ظاہر و پنہاں دیکھا

غزل

اک وقت وہ تھا فکر سے آزاد بشر تھا — تھی زیست کی پروا نہ اُسے موت کا ڈر تھا
مرتا ہے اب اس بات پہ جینے کی ہوس ہو — روتا تھا وہ اک روز کہ مرنے کا خطر تھا
ہے فطرتِ ذاتی کہ رہے پابند تعین — کب دور سے افلاک کے انساں کو مفر تھا
پالا انہیں اجسام کے صورت میں ہمیشہ — ہر ذرہ عناصر کا مرا نورِ نظر تھا
آزاد کریں ہست کو کس طرح سے ہم نیست — فانی جسے کہتے ہیں وہ باقی کا اثر تھا
الفت کی تپش دل کو جلانے کے لئے تھی — اور آتشِ ہجراں کے لئے جسم و جگر تھا
کیوں جان پہ کھنچ آئی مری آنکھوں میں آئی — خونابہ فشانی کو فقط دیدۂ تر تھا
آیا مرے بالیں پہ وہ آہوں کی کشش سے — دامانِ وفا بستۂ پیمانِ اثر تھا

ہو جائے گا معلوم یہ اک روز جہاں کو
آزاد نمائندہ اربابِ ہنر تھا

غزل

اک دن جب ایک سا ارض و سما ہو جائیگا — پردہ پوشِ عاصیاں لطفِ خدا ہو جائیگا

ہے بہت مشکل پہنچنا منزلِ مقصود پر — چلتے چلتے کارواں خود نقشِ پا ہو جائیگا
کب خبر تھی اس کی اپنا پھیر لیگا منہ یہ دل — ہم کو کیا معلوم تھا یہ کیا سے کیا ہو جائیگا
دل کو ہے مرغوب اپنے ناخنِ وحشت کی چھیڑ — خوش ہیں ہم داغِ کہن اپنا ہرا ہو جائیگا
کیمیا کر دے گا خود گنجِ قناعت ایکدن — قطرۂ نیساں صدف میں پُر ضیا ہو جائیگا
آپ ہی ہو جائے گا اپنا علاجِ دردِ دل — دردِ دل جب بڑھکے دل کا آشنا ہو جائیگا
بابِ مقتل کھول دیگی جنبشِ ابروئے یار — اک اشارہ پر فقط محشر بپا ہو جائیگا
میٹ دیگی آب تیری گرمیٔ مجلس رقیب — خال بڑھ جائے گا جب حد سے سوا ہو جائیگا
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایکدن — ایک دن یہ سازِ ہستی بے صدا ہو جائیگا
ہو نہ ہو ا پورا مگر جیتا رہوں گا چار دن — تیرے وعدہ کا جو مجھ کو آسرا ہو جائیگا

فکرِ دنیا کس لئے کرتا ہے اے آزاد تو
کام تیرا ایک دن مردِ خدا ہو جائیگا

غزل

جمع خونِ دل نے کیا تھا دیدۂ تر لیچلا — کس سے پوچھیں کون کس کا مال کیونکر لیچلا
چھا گیا آنکھوں پہ ابرِ درد غبارِ فراق — سوزِ الفت کھینچ کر سینہ کے اندر لیچلا
رشکِ رنگِ خاوراں ہے گوہرِ سیمائے یار — آبروئے مہر گردوں ایک اختر لیچلا
پیش دستی کیوں کیا خبر راحت مقدر ہو کہ رنج — کوئے جاناں کی طرف اے قلبِ مضطر لیچلا
کیا کہیں اے ہمنفس ناکامیٔ وحشت کا حال — میں پھرا اس راہ سے جس راہ رہبر لیچلا
کیا ملیں آنکھوں سے آنکھیں آبِ دل کی سی چیز — طائرِ تیرِ نظر سینہ میں گھس کر لیچلا

مجھ کو حسرت ہی رہی مجھ تک نہ آیا دورِ جام
بوسہ لب کا یار کے محفل میں ساغر لیچلا

میکدہ کی سمت پھر آزاد ذوقِ میکشی
جذبۂ بے اختیارِ شوق بنکر لیچلا

غزل

سوزِ الفت نہ کبھی قلب و جگر سے نکلا
خون ہو ہو کے مگر دیدۂ تر سے نکلا

لاکھ چاہا تھا کہ مٹ جائے خیالِ ہستی
نہ کسی طرح یہ سودا مرے سر سے نکلا

تو نے وہ کام کیا قوتِ پروازِ خیال
کبھی وہ کام نہ جبریل کے پر سے نکلا

ایک ہے دائرہ کون کا اول آخر
تخم سے نخل کبھی تخم ثمر سے نکلا

حکم موسیٰ کی نہ تعمیل ہوئی قاروں سے
کام اپنا نہ کسی صاحبِ زر سے نکلا

اس کو بھولا نہ کہا چاہیئے ہرگز ہرگز
شام کو آئے اگر گھر کو سحر سے نکلا

کشمکش موجِ عناصر کی ہے طوفان بلا
ہر وہ آزاد جو قیدوں کے بھنور سے نکلا

ترجمۂ غزل حافظ شیراز

"دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا"

جاتا ہے ہاتھ سے دل صاحبدلو ہمارا
صد حیف رازِ پنہاں اب ہوگا آشکارا

جادو ہے اور تماشہ یہ شمس و چرخِ فانی
نیکی کما جہاں میں فرصت سمجھ خدارا

کشتی شکستہ ہیں ہم چل اے ہوا موافق
شاید دکھائی دے پھر وہ آشنا ہمارا

مجلس تھی میکشوں کی بلبل چمن میں چہکا
لینا ہے صبوحی کیوں دیر ہے گوارا

اے صاحب کرامت بخشش سلامتی کی
کرنا کرم کسی دن درویش ہوں بچارا

آرام دو جہاں کا دو حرف کے ہیں معنی
یاروں پہ مہربانی دشمن سے کر مدارا

جانے نہ پائے تجھ میں ہم کو سے نیک نامی
پلٹا اگر نہ چاہے مقسوم تو ہمارا

آئینہ سکندر ہے جام جم نظر کر
پھر ہوگا تجھ پہ ظاہر احوال ملک دارا

جلتا ہے شمع ساں وہ غیرت سے ہو نہ سرکش
جس مہوش کے کف میں ہو موم سنگ خارا

کوئی اگر گویا گائے گا اس غزل کو
ناچیں گے پیر و زاہد تقوے ملیگا سارا

وہ تلخ شے کہ جس کو صوفی برا ہیں کہتے
شیریں لبوں کی لذت اسمیں ہے جلوہ آرا

بر وقت تنگدستی عیش و سرور مستی
قاروں بنا کے دیتی غربت میں ہے سہارا

خوباں پارسی ہیں عمروں کی دینے والی
ساقی تو دے بشارت زاہد کو خدارا

حافظ نے کب یہ پہنا خود جامہ مے آلود
آزاد ہو مبارک تقوی تمہیں تمہارا

غزل

سر اٹھاتے ہیں لب آب جو ہر بار حباب
خود نمائی میں نظر آتے ہیں سرشار حباب

لحظہ بھر بھی نہ رہا نشۂ صہبائے خودی
سمجھے کیوں بحر کو ہیں خانۂ خمار حباب

خواہ عیسی ہوں کہ منصور رہوں یا کوئی ہوں
زندگی آئی نظر ہم کو سر دار حباب

نازکس حسن پہ کس بات پہ دعوئ ثبات
اپنی بتلائیں گے کیا عمر کا معیار حباب

نہیں معلوم ہے کس جام سے سرشار حباب
نہیں معلوم ہیں کس چیز پہ اترائے ہوئے

بے بقا دیکھ کے اسباب جہاں کو آزاد
مجھ کو دکھلائی دیا گنبد دوار حباب

غزل

گر سنو تم تو کہہ دیں رات کی بات
اور کچھ بھی نہیں ہے بات کی بات

مدتیں ہو گئیں ملے نہ مگر
خواب میں آئے تھے پر رات کی بات

پی کے مے گر پڑے جو سجدے میں
رہ گئی لاج اور بات کی بات

اس کو اب تک سمجھ سکا نہ کوئی
ہے فقط اتنی کنہ ذات کی بات

خواب و بیداری و تغافل و موت
اس سے ہے ماسوا نجات کی بات

جان کر بھی تو کوئی کہہ نہ سکا
ذات کی بات یا صفات کی بات

ہم سمجھتے ہیں ایک ہی اس کو
موت کی ہو کہ ہو حیات کی بات

کوئی سمجھے کہ ڈال ہیں ہم
ہم سے سن لے وہ پات پات کی بات

تم تو آزاد ہو وہی کہتے
اپنے جیتے ہے کائنات کی بات

غزل

کیوں نہ ہو ورد زباں بہم بیان کوئے دوست
وجہ ہے تسکین دل کی داستان کوئے دوست

کیوں نہ ہم دھونی رما کر اپنا واں آسن جمائیں
غیرت خلد بریں ہے آستان کوئے دوست

کیا کہے کوئی جہاں پر ہو نہ جائے دم زدن
یوں تو ہے ہر ذرہ ذرہ رازدانِ کوئے دوست

اُٹھ گئے آنکھوں کے پردے ہو گیا وہ محو ذات
جا کے جب منزل پہ پہونچا کاروانِ کوئے دوست

آسماں جتنے بھی ہوں وہ فرش پا انداز ہیں
تیری رفعت کیا بیاں ہو آستانِ کوئے دوست

نقطۂ پرکار ہے یہ آسماں اس یار کا
آسمانِ آسماں ہے آسمانِ کوئے دوست

فرق کیا ہے دوستاں اور دوستانِ دوست میں
دوست ہو جاتے ہیں گم گشتگانِ کوئے دوست

مٹ نہیں سکتا ہے دل سے کوئے جاناں کا خیال
کس طرح آزاد بھولیں آستانِ کوئے دوست

غزل

قتل کی ہے مرے کاوش تجھے جلاد عبث
جنبش ابرو کی ہے بس خنجر فولاد عبث

پر فشاں ٹکنے نہ پائے تھے چمن میں بلبل
آنکھیں دکھلانے لگا باغ میں صیاد عبث

دو گھڑی عمر ہے مرجھا کے وہ گر جائے گا
گل پہ دے جان نہ اے بلبلِ ناشاد عبث

جان لینے کو تھی اک موت کی ہچکی کافی
نزع کے وقت کیا تم نے مجھے یاد عبث

ہجر جاناں میں یہ ہے آہ و بکا لاحاصل
دے کے دل ہاتھ سے اب نالہ و فریاد عبث

کم ہیں کیا خار مغیلان بیابان جنوں
جوش وحشت میں نہ لے خون مرا فصاد عبث

جس نے پیدا کیا پائے گا وہی نامِ دل
فکر دنیا کی نہ کرنا کہ ہے آزاد عبث

غزل

ہے چشم فسوں ساز کا کچھ اور سماں آج
یہ برقِ نظر دیکھئے گرتی ہے کہاں آج

سہے کاٹ پہ وہ ابر و خمدار صف شکن
مر جائیں گے لیکن نہیں ملنے کی اماں آج

اب ضبط فغاں عادت دیرینہ ہوئی ہے
مشکل سے نکلتا نظر آئے گا دھواں آج

ممکن نہیں بچ جائے کوئی صید نکل کر
اُس شوخ ستمگار نے کھینچی ہے کماں آج

اک ابر سیہ چھائیگا آہوں سے فلک پر
اک بحر بنائیں گے نیا اشک رواں آج

پڑتی نہیں یارب مجھے کیوں چین کسی طرح
ڈر ہے کہ نہ ظاہر ہو مرا درد نہاں آج

پہونچائی ہے نکہت ترے کوچے کی صبا نے
اُڑتا سا نظر آتا ہے کچھ رنگ جہاں آج

معلوم ہوا عالم فردائے قیامت
رفتار نے دکھلا دیا محشر کا سماں آج

دعوے جنھیں آزاد تھے یاں نام و نشاں کے
عالم میں نظر آتے ہیں بے نام و نشان آج

غزل

مشق ستم ادا کی رہا ہیں ادا کے بعد
کرتے رہے جفا وہ نئی ہر جفا کے بعد

آہیں تھمیں تو گریہ بے اختیار تھا
جھڑیاں لگی ہیں شدت موج ہوا کے بعد

راضی کسی طرح یہ کریں گے ہم اپنا دل
وعدہ ملے جو چین کا ہم کو قضا کے بعد

کیوں در سے اُٹھ کے جائیں سنائیں گر ہزار
آخر کریں گے کیا ستم ناروا کے بعد

فرما دیا ہے لکھ بھی رسول نے
رتبہ علی کا کیسے نہ مانیں خدا کے بعد

آتا نہیں سمجھ میں کچھ آزاد کیا کہیں
باقی رہے جو عالم ارض و سما کے بعد

غزل

فیض ساقی سے کھلا میخانہ میخانے کے بعد
چاہیے زندوں کو اب پیمانہ پیمانے کے بعد

آتش سوزاں میں دیکھا پرتو روئے نگار
شمع پر گرنے لگا پروانہ پروانے کے بعد

وامق و فرہاد قیس وسعد آتے ہی رہے
دشت و ہاموں میں رہا دیوانہ دیوانے کے بعد

رونق صحرا گئی اور بے ستوں بھی ڈھ گیا
میٹ ڈالا عشق نے کاشانہ کاشانے کے بعد

داوری گاہ جنوں سے فرد جرم عشق پر
آیا ہے میرے لئے طلبانہ طلبانے کے بعد

چاہئے ہے تجھ سا اک آزاد رند بادہ نوش
کیوں نہ خالی ہو گا پھر خمخانہ خمخانے کے بعد

غزل

تازگی ہے گلشن بیداد پر
کیوں نہ روئیں ہم دل ناشاد پر

آپ دام گل میں بلبل پھنس گیا
مفت کی تہمت ہے کیوں صیاد پر

گل چمن شہر خموشاں ہو گیا
ہائے اسے گلچیں تری بیداد پر

چھیڑ کر تم نے رگ دل کو مرے
جرم عائد کر دیا فصاد پر

دیکھ کر جور و جفا اس شوخ کی
آ گیا رونا دل ناشاد پر

کیوں نہ ہو لے پیکر صدق و وفا
جاں شیریں ہے فدا فرہاد پر

تھی کشش سینہ میں مقناطیس کی
آ گیا وہ گل ہماری یاد پر

دیکھنا وہ اڑ گیا رنگ خزاں
بلبلوں کے شور اور فریاد پر

کیا قفس لے کر کہیں اُڑ جاؤں گا — باندھتا ہے کس لیے صیاد پر
ہجر میں مرتا ہوں دکھلا کر جمال — دستگیری کر مری افتاد پر
ہر طرف ہر شے کی میں بنیاد ہوں — تنگ ہو گیسے عالم ایجاد پر
مجھ کو استمداد ہمت مجھ سے ہو — غیر کی لعنت ہے استمداد پر
مدتوں ہوتی رہی مشق جفا
ہو نگاہ لطف اب آزاد پر

غزل

پیچ سنبل کھا رہا ہے زلف پیچاں دیکھکر — کھل گئیں نرگس کی آنکھیں چشم فتاں دیکھکر
ماہ پھیکا پڑ گیا ہے دیکھ کر رنگ صبح — مہر ٹھنڈا ہو گیا ہے روئے تاباں دیکھکر
ابر مشگوں میں نظر آتی ہے بگلوں کی قطار — زیر لب ہائے مسی مالیدہ دندان دیکھکر
خون دل خون حنا خون تمنا کر چکے — ہنس رہے ہیں زیر لب وہ شاخ مرجاں دیکھکر
پتلیاں آنکھوں میں ٹھہریں ہو کے محو حسن یار — نقش حیرت ہو گئیں تصویر جاناں دیکھکر
دیکھنا ذوق اسیری خود پریشاں کر دیئے — آشیاں کے چار تنکے خواب زنداں دیکھکر
ہوتی ہیں اغیار سے در پردہ کچھ سرگوشیاں — ہم نے اپنا طرز بدلا رنگ یاراں دیکھکر
اُس گل رعنا کی تنویر و رخ چندہیا یا ہے — آپ شرماتا ہے اپنا باغ رضواں دیکھکر
جھلملاتے تارے ادرمہ کی ہوئی خیرہ نظر — آسمان حسن پر تنویر افشاں دیکھکر
سر مرا جھکتے جو دیکھا باب مقتل کھل گیا — مجھ سے آگے بڑھ گیا دل تیغ براں دیکھکر
ہم کو دینی چاہیے تھی کلک صورتگر کی داد — کس لیے بیخود ہوئے تصویر جاناں دیکھکر

کس طرح قابو میں ہو آزاد قلب عندلیب
روئے گل پر گوہر شبنم کو غلطاں دیکھ کر

غزل

جلاتا ہے مرے جی کو کوئی آرام جاں ہو کر
کلیجہ منہ کو آتا ہے فغاں بنکر دھواں ہو کر

کہاں جائیگا کیا ہوگا نہیں معلوم کچھ مجھ کو
چلا ہے قافلہ آہوں کا آگے آسماں ہو کر

دل ناداں نے بھی الفت کو کیا اک کھیل سمجھا ہے
رہیگا اک نہ اک دن دیکھ لینا امتحاں ہو کر

جو سمجھو وحدت آرائی ہے یہ منظور ناظر کی
وہ آنکھوں میں پھرا کرتے ہیں آنکھوں سے نہاں ہو کر

پتہ پایا نہیں ہم نے ابھی تک کوئے جاناں کا
یہ کس سے جا کے ہم پوچھیں کہ جانا ہے کہاں ہو کر

جو نالے چیر سکتے ہیں فلک کو ہائے قسمت سے
گلے میں آ کے رہ جاتے ہیں میرے ہچکیاں ہو کر

بیاں ممکن نہیں آزاد راز فاش گشتہ کا
کہیگا راز کیا کوئی ہمارا رازداں ہو کر

غزل

تعین نے باندھا پھنسے آپ جا کر
شکایت کریں کس سے خود کو پھنسا کر

یہ تیرے لئے ہے فقط تجھ سے دنیا
ذرا چشم عبرت کو تو اپنے وا کر

کھلیں آج آنکھیں تری چشم خود بیں
خودی تو نے دیکھی خودی کو مٹا کر

جسے لوگ کہتے ہیں دنیا یہ لفظ
مٹایا ہے سو بار ہم نے بنا کر

نہ باقی نہ فاضل تعلق نہ حاجت
رہے اپنے ذمہ یہ حق سے دعا کر

جو دینا ہو ساقی کوئی جام عرفاں　　تو اپنے ہی ہاتھوں پلا دے اٹھا کر

یہ دل سے تمنا ہے آزاد اپنی
رہے اپنے آپے میں آپا سما کر

غزل

صدقے ساقی ترے گردش میں رہے جام ہنوز　　سیر کر نہ ہوئے رندے آشام ہنوز
چین ہم کو نہ ملا روز ازل سے اب تک　　کس کو کہتے ہیں یہ جانا نہیں آرام ہنوز
کیوں نہ سمجھیں اسے ہم حشر کا نقشہ ہی یہی　　ختم ہوتی نہیں یہ گردش ایام ہنوز
جان کر وجہ تعین کو ہے حیرت کا مقام　　ہم لذائذ کے رہے بندۂ بے دام ہنوز
پہلے معلوم تو کر لیں کہ کدھر ہے کعبہ　　ہم کو درکار نہیں جامۂ احرام ہنوز
دل تو دے بیٹھے ہیں اب آگے خدا ہی جانے　　ہم کو معلوم نہیں عشق کا انجام ہنوز

منہ لگایا اسے چھوڑ دیں کیونکر آزاد
دل پہ قابو ہے کئے بادۂ گلفام ہنوز

غزل

کس کو ترجیح دیں ہم آپ ہیں حیراں عارض　　لعل شب تاب ہیں لب لعل بدخشاں عارض
ہم تو اک خال رخ یار سمجھتے ہیں اسے　　یوں سمجھ کوئی کہ ہے مہر درخشاں عارض
نور انور پہ ترے روز ازل ہو کے فدا　　گل نے تھا چاک کیا اپنا گریباں عارض
ہو کے دیکھے تو کوئی محو تماشائے جمال　　عالم حسن میں ہے شمع شبستاں عارض

تجھ میں اور اس میں کوئی جاذب کشش ہو ازلی — کیوں لبوں کو نہ رہے گا ترا ارماں عارض

رہزن ہوش ہیں آزاد یہ ارکان جمال
چشم و ابرو رخ و بینی لب و دنداں عارض

غزل

ستور پر ہو جیسے کہ زنگ فسوں محیط — ہم ہوں محاط اور رہو ہم پر سکوں محیط
صحرائے درد عشق میں لیلیٰ ہوئی محاط — مجنوں پہ جبکہ ہو گیا جوش جنوں محیط
ویراں ہونگی دیکھئے کتنی ہی بستیاں — آنکھوں پہ دل نے کر دیا نالے خوں محیط
کچھ حیطۂ خیال میں آتی نہیں یہ بات — کس کو کہوں محاط میں کسکو کہوں محیط

آزاد کیا علاج کی حاجت بتاؤ جب
دردِ دروں محاط ہو اور دردروں محیط

غزل

بقا فنا کی حقیقت سے بے خبر واعظ — حیات و مرگ میں اعمال کے ثمر واعظ
حصول نفع نکوئی ضرر کے دفع کی فکر — نجات پائیگا تو اس کو چھوڑ کر واعظ
رہے نہ نام تمنا بھی اپنے سینہ میں — یہی ہے اپنی تمنائے تیز تر واعظ
یہ دور چرخ ہے تبدیلیوں کا گو مخزن — نہیں ہے ذات پہ اسکا کوئی اثر واعظ
ملا مجھے وہ پس پردۂ دل صد چاک — پھرا تلاش میں جس کے میں دربدر واعظ
بسیط ہو کے بھی تنہا ہے دل میں رب جلیل — کسی کے دل کو نہ پہنچا کبھی ضرر واعظ

کیا نہ فیصلہ آزاد یہ کسی سے نے کبھی
کہ تخم پہلے ہے یا پہلے ہے ثمر واعظ

غزل

ہوئے ہیں عالم ہستی میں ماوطیں محفوظ — ہے ذرہ ذرہ کونین بالیقیں محفوظ
مکاں ہے عکس نگیں اور نگین عکس مکاں — مکان نگیں میں مکاں میں ہوا نگیں محفوظ
نگیں خاتم و خاتم نگیں نہ ہو کیوں کر — نگیں حفیظ و نگیں حافظ و نگیں محفوظ
ہے نقش اول عالم کا آخریں حافظ — کئے ہے نقش موخر کو اولیں محفوظ
یہ کارگاہ ہے اک کارگاہ کون و فساد — شکست و ریخت سے عالم کبھی نہیں محفوظ
وفا سے وعدہ میثاق ہے نجات کی روح — رکھے تو دل میں کوئی ورد لیں محفوظ

وہ جذب اپنے میں کر لیگا تجھکو اے آزاد
رہے جو دل میں ترے وقت واپسیں محفوظ

غزل

دل اگر جائے تو کیونکر جائے مظہر کی طرف — ہے نہ اندر کی طرف کچھ اور نہ باہر کی طرف
ہے بہا رہبر خودبینی بصیرت کیلئے — رخ اگر آنکھوں کا پھر جائے گا اندر کی طرف
نقطہ فرضی ہیں سمتیں زیر و بالا ایک ہے — کچھ نہ نیچے ہی رکھا ہے اور نہ اوپر کی طرف
کھینچ لے جاتے ہیں دل کو یاد یاراں جو اس — جس طرح جاتی ہے کشتی کھنچ کے بندر کی طرف
محو جاناں ہو چکی ہے چشم ذوق بے خودی — چشم جاناں بن گئی ہے روزن در کی طرف

جس کے کانوں میں صدا منصور کی ہو آئی اب — اُٹھ نہیں سکتے قدم محراب و منبر کی طرف
اور کیا تجھ سے کہیں غارت گر جنس وفا — اک نگاہ لطف ہو اس قلب مضطر کی طرف
منہمک کر دیں ہیں اس کی اک تاب نو میں — ہے نگاہ مہر گردوں حسن گوہر کی طرف
تو نہ بلبل ڈال گلشن میں نشیمن کی بنا — جا لگتی ہے برق سوزاں پھر کسی گھر کی طرف

کچھ تو اس میں ہے کہ جس پہ جان ہوتی ہے نثار
دل کھنچا جاتا ہے کیوں آزاد ساغر کی طرف

غزل

کر چکی خاک مجھے آتش سوزان فراق — پھر بھی چھوٹا نہ مرے ہاتھ سے دامان فراق
نالہ و آہ و بکا گریہ و شب بیداری — اور بھی ان کے سوا ہیں کئی ارکان فراق
درد دل سوز جگر سوز تمنا کے سوا — اور ملنے کو ہے کیا بر سر دوکان فراق
دے کے دل یار کے خواہاں ہوں عوض صد حیف — خواہش وصل بھی ہے صورت سامان فراق
لاکھ فرقت ہو مگر ہوگی وہ منتج بہ وصال — ہم نے دیکھا نہیں ہوگا تو ہو ایقان فراق
حشر کے دن بھی غنیمت ہے سمٹ جائے اگر — جو سمیٹے سے نہ سمٹا کبھی دامان فراق

اصل میں وصل جو ہو جائیں گے ہم اے آزاد
باغ عالم میں نہ ہوگا کوئی پرسان فراق

غزل

قوت افزائے نظر ہے گل تر کی عینک — آسماں تو نہ لگا شمس و قمر کی عینک

اب ہیں تنویرِ رخِ یار سے آنکھیں روشن
کس کو چشمے کی ضرورت ہو کہ در کی عینک

دل کو تھامے ہوئے بیتاب ہیں عشاق حزیں
چشم پر سے جو کسی شوخ کے سر کی عینک

کور و بینا کے لئے ایک ہی ہے سطحِ چشم
عقلِ حق بیں ہی ہے دنیا میں بشر کی عینک

اس کی آنکھوں میں سماتا نہیں کوئی آزاد
جس کے آنکھوں پہ کہ لگ جاتی ہے زر کی عینک

غزل

بیاں جو حسن ہو وہ قابلِ بیاں نہیں
زباں کو آنکھ نہیں آنکھ کو زبان نہیں

یہ مانتا ہوں کہ مجھ میں ہے کائنات تمام
یہ جانتا ہوں کہ میرا کوئی مکان نہیں

سرورِ مطلق و آرامِ جاودانی کے
زبان و دل کسی حالت میں ترجمان نہیں

کچھ اس طرح سے رہے مستِ خوابِ بیداری
کہ زندگی کا الٰہم کو یاں نشان نہیں

غزل کے کوزے میں دریا ہے بندِ جدت کا
امیر حمزہ کی یہ کوئی داستان نہیں

یہ زندگی کے دن اس طرح سے گذار دیئے
کہ بعدِ مرگ ہمارا کہیں نشان نہیں

سمک سے تا بہ سما وہ بھرا ہے اے آزاد
خلا نہیں ہے کہیں جو یہ آسمان نہیں

غزل

حسن مٹ مٹ کے گلِ تر میں چلے آتے ہیں
سب کہاں تھوڑے سے منظر میں چلے آتے ہیں

جذبِ دل چھوڑ چکا اس کو دمِ قتل کہ اب
اشک خوں میں ترے خنجر میں چلے آتے ہیں

اس میں کچھ زہر ہے یہ کاوش دل کہتی ہے
ورنہ کیوں کف مرے ساغر میں چلے آتے ہیں

ہاں لڑکپن ہی ابھی اٹھ کے جو ارماں کی طرح
بے بلائے بھی مرے بر میں چلے آتے ہیں

ایک مدت کے گذرنے پہ پسیجے ہیں وہ آج
اب پسینے ہیں کہ پیکر میں چلے آتے ہیں

اف غضب ان کا شب وصل یہ کہنا مجھ سے
جانے دیجے ہمیں دم بھر میں چلے آتے ہیں

قادر انداز غضب کا ہے کہ پیغام قضا
اس کے ہر تیر کے شہپر میں چلے آتے ہیں

ہاتھ میں آتے ہی قاتل کے بڑھی ایسی آب
لخت دل تیرے خنجر میں چلے آتے ہیں

کھنچے جاتے ہیں ترے کوچے میں ایسے عشاق
جیسے آہو دم اژدر میں چلے آتے ہیں

عود کر جائیں گے ہم ذات میں اپنے اک دن
صیغے جس طرح سے مصدر میں چلے آتے ہیں

آج کچھ اور ہی ہے رنگ خدا خیر کرے
بل نئے دیکھئے تیور میں چلے آتے ہیں

جذب دل روک لے ہاتھوں میں کہاں اب طاقت
وہ تو بیٹھے ہوئے موٹر میں چلے آتے ہیں

مر گئے پا نہ سکے سینکڑوں دانائے جہاں
راز پنہاں مہ و اختر میں چلے آتے ہیں

حشر میں حشر بپا ہو گا نیا اک آزاد
بے نقاب آج وہ محشر میں چلے آتے ہیں

غزل

ترے دیوانے کی راحت کے ساماں ہونیوالے ہیں
گل افشاں دشت الفت میں مغیلاں ہونیوالے ہیں

کسیکے دل پہ بدلی رنج و غم کی چھانے والی ہے
کس کے دوش پر گیسو پریشاں ہونیوالے ہیں

غریق آز و حرماں کیا رموز میکدہ جانیں
یہ واعظ کب حریف بزم عرفاں ہونیوالے ہیں

ہمیں پر کچھ نہیں موقوف تنہا باغ عالم میں
ہزاروں اس گل رعنا پہ قرباں ہونیوالے ہیں

ضرورت کیا ہے تاب آفتاب صبح محشر کی
منور حشر میں جب داغ عصیاں ہونیوالے ہیں

چمک جائیں گے داغ دل ہمارے قبر کے اندر
کسی مہرو کی آمد پر چراغاں ہونیوالے ہیں

نظام عنصری باندھا ہے کس نے کس طرح کس میں
یہ اجزائے عناصر سب پریشاں ہونیوالے ہیں

قیاس و وہم سے برتر ہے نور النور کا عالم
کہ جس میں ماہ و خور اگر ذرہ نہاں ہونیوالے ہیں

کریں گے اشک خونیں سینۂ خستہ پہ چسپیدہ
رفو اس طرح سے چاک گریباں ہونیوالے ہیں

فقط ذوق سخن آزاد ہم کو کھینچ لایا ہے
سنا تھا جمع یاں پر کچھ سخنداں ہونیوالے ہیں

غزل

بیاں ہو یہ حقیقت نہیں ہے امکاں میں
کہ مشکلیں ہیں بہت کارہائے آساں میں

ہزار چار عناصر نے پردہ پوشی کی
چھپا نہ حسن جہاں تاب جو تھا انساں میں

قفس میں قید ہوں ڈالی تھی خود بنا ہم نے
دم اپنا کس لئے گھٹتا ہے آج زنداں میں

کہاں سے مہر منور میں نور ہے آتا
اگر نہ ہوتی ضیا تیرے رخ تاباں میں

لباس شعلہ میں پنہاں ہے روح پروانہ
سوائے اس کے ہے کیا اور شمع سوزاں میں

کچھ ایسا دختر رز کا یہ حسن دلکش ہے
خلل نہ آئے کہیں شیخ جی کے ایماں میں

یہ لوٹے پڑتے ہیں مقتل میں کیوں فراق نصیب
ہے کیا وصال کا ساماں تیغ عریاں میں

خزاں نے لوٹ لیا گو سر چمن سارا
کہاں سے آئے گا اب زر گلوں کے داماں میں

خدا ہی خیر کرے اب کے بچنا مشکل ہے
چلے ہیں حضرت آزاد کوئے جاناں میں

غزل

ادائے حسن لا تجھ سے ہے اک نیرنگ وحدت میں — اگر چشمِ حقیقت ہو تو دیکھو شان کثرت میں
ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن — وہی شاہد وہی غائب نہایت میں بدایت میں
نہ ممکن نیست سے ہستی نہ ہستی نیست سے ممکن — یہ عالم ہست مطلق سے چھپا معلول و علت میں
نظر آتا نہیں مطلق تغافل سے ہے عالم کو — چھپا ہے راز تبدیلی خیالِ بانہا نزہت میں
قصور فہم سے عصیاں مجھے عصیاں سے کیا نسبت — خود اپنا آپ شاہد ہوں میں اپنی آپ عصمت میں
ہماری شام غربت میں سماں صبح وطن کا ہے — سماں صبح وطن کا ہے ہماری شام غربت میں
ہیولائے جہاں ہو کر نگارستاں بناتے ہیں — وہی ذرات جو پنہاں ہوئے دامانِ تربت میں
ولی باطن میں ہے آزاد لیکن چشم دنیا کو — بظاہر میں نظر آتے ہزاروں عیب حضرت میں

دیگر

اس لئے لب پہ مرے شکوۂ بیداد نہیں — گوشِ نازک ترے لذت کشِ فریاد نہیں
بلبلیں بستۂ فتراک تھے نخچیر ترے — اب یہ کہنا تو غضب ہے کہ مجھے یاد نہیں
بلبلوں کے لئے دامِ رگِ گل کیا کم ہے — کس لئے خوش ہیں اگر باغ میں صیاد نہیں
وائے بر حال نظر پوشیٔ اربابِ چمن — سرو بے فکر ہے گر باغ میں شمشاد نہیں
دل بھی جلاد کا اک دستۂ فولادی ہے — دست قاتل میں فقط خنجر فولاد نہیں
سچ ہے غالب نے کہا غیر کا شکوہ کیوں ہو — تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہیں
بڑھتی جاتی ہے مرے حسنِ طلب کی لذت — ہاں کہے جا تو ابھی داد ستم ایجاد نہیں
آہ و فریاد و غم و درد سے دل ہے خالی — ایک اجڑی ہوئی بستی ہے یہ آباد نہیں

ہم ہی رندانِ ازل سے ہیں جہاں میں باقی
مے کے پینے سے جو تھک جائیں وہ آزاد نہیں

غزل

ایسی تڑپ تھی کچھ دلِ بے اختیار میں — جاں نذر دینی بھول گئے اضطرار میں
پھر زیست کا شمار کریں کس قطار میں — جب عافیت علیل ہو اس روزگار میں
پیٹے خزاں نے کون سے گل جو کھلے نہ پھر — ہیں کون سے شگوفے نئے نو بہار میں
اک آبلے میں آ گئے نظر بحرِ بیکراں — صحرا کے پر خطر تھے عیاں نوکِ خار میں
دل مر چکا تو زیست کو پھر زیست کیوں کہو — کیا فرق میرے جسم میں ہے اور مزار میں
ملبوسِ یار سرخ و سفید و سیاہ ہو — ہے آب و باد و خاک کا جلوہ شرار میں
خیرہ ہو آنکھ مہرِ قیامت کی دیکھ کر — وہ نقشِ پا دکھاؤں گا اس رہگذار میں
ساقی نہ بد مزہ ہو دشنامِ تلخ سے — ہے چاشنی ضرور لبِ مے گسار میں

آزاد مستِ عشوۂ حسنِ بتاں رہو
ہے اور خاک زندگیِ مستعار میں

غزل

کس کی ہیں جلوہ پاشیاں کس کی ہے یہ ادا پھر — پردۂ کائنات میں کس کو چھپا ہوا کہیں
پارۂ لحم قلب ہے اس میں نہ ہو اگر کشش — کس لئے سنگ ریزہ کو دانۂ کہربا کہیں
بادِ وصالِ یار ہو بوئے وفا کی یا صبا — جو نہ چلے ہمارے رخ ایسی ہوا کو کیا کہیں

جس میں ابد ازل ہے ایک نقطۂ فضیات ہے
جو ہو فضائے بے سکوں اسکو کہو کہ کیا کہیں

یوں تو یہ ذات پاک ہے ارض و سما کی زندگی
کوئی نظر نہیں پڑا جس کو کہ پارسا کہیں

ہم میں ہے جلوہ دو کون ہم ہی میں ہو بقا فنا
ہم میں عمل ہیں نیک و بد کس سے یہ ماجرا کہیں

آگ لگے لگاؤ کو جس نے جسد بنا دیا
اس کو غرض نہ اس کو تھی اپنی خطا کو کیا کہیں

محو خیال جس میں ہو منزل اولیں وہاں
عمر دراز خضر کو نالہ نارسا کہیں

عشق ہے آگ کونسی سینوں میں کیوں نہاں ہوئی
کس کا فراق کس کو درد کون ہے مبتلا کہیں

دعوی کریں خدائی کا فاش جہاں میں ہم اگر
اہل جہاں ہمیں کو پھر جاہ میں خود نما کہیں

جسمیں کلف کسوف دود رود کبھی ہو کوئی حسن کیا
یار کو اپنے کس طرح شاہد مہ لقا کہیں

ارض و سما پہ کس کے یہ کترے ہوئے ہیں گل تمام
کس نے چلی ہے چال یہ کس کے ہمیں نقش پا کہیں

ہم کو نہ جانے گور سرت جسم میں کیوں پھنسا دیا
الٹی چلائی چال کیوں راہ نما کو کیا کہیں

دیگر

سخت حیرت میں مبتلا ہوں میں
کس طرح سے کہوں کہ کیا ہوں میں

شکوۂ درد کیجئے پھر کیوں
آپ جب درد لا دوا ہوں میں

حرکت کائنات ہے مجھ سے
مالک الارض والسما ہوں میں

کوئی کیا کہہ سکیگا میں ہوں کون
آپ اپنا قطب نما ہوں میں

نور خورشید نکہت گل ہوں
یاں کی ہر چیز میں چھپا ہوں میں

مائیت آب میں ہوں ماہ میں تاب
قرص خورشید میں ضیا ہوں میں

آتش و آب و باد و خاک و خلا — ان کی ہستی ہے ماسوا ہوں میں
ہے غضب یہ ستم ظریف کی بات — بے وفا تو ہے باوفا ہوں میں
آپ اپنی ہوں ابتدا آزاد
اور اپنی ہی انتہا ہوں میں

دیگر

چلتے ہوئے کتراتے ہیں وہ موجِ ہوا میں — یہ رنگ نرالا ہے نزاکت کی فضا میں
کیوں اس کو جگہ دیجئے اکلیلِ حیا میں — سرخاب کا پر ہے کوئی کیا تیری ادا میں
آہستہ اٹھانا قدم اور رہروِ طناز — چلنے کی کہاں تاب ہے اس آبلہ پا میں
کہتے ہیں جسے زندگیِ روحِ نباتی — لہراتی ہوئی پھرتی ہے امواجِ ہوا میں
الجھے ہوئے آتے ہیں نظر سینکڑوں دل کیوں — کیا بات ہے اس پیچ و خمِ زلفِ رسا میں
وہ قبلہ نما ہے تو یہ بے قبلہ نما ہے — ہے فرق بڑا قلب میں اور قبلہ نما میں
وہ کھنچ کے چلا آئے مرے بر میں اسی وقت — تاثیرِ شبِ ہجر جو آجائے دعا میں
ہاں گھر ہی سے آپ آتے ہیں مجھ پر ہے یہ احساں — پر رازِ نہانی ہے کوئی لغزشِ پا میں
ہجراں کی طپش تھی کہ ان آنکھوں سے اڑ کر — سیلابِ سرِ اشک آگیا طوفانِ بلا میں
سمجھے تھے کہ مل جائے گا وہ ہم کو دعا سے — بے فائدہ اک عمر ہوئی صرف دعا میں
اک جانِ حزیں کے لئے یہ رزم کے ساماں — مژگاں و نگہ تیر ہیں ابرو میں حیا میں
ظاہر یہ ہوا رازِ بقا مرنے پہ آزاد
تھا کون سا اعجاز نہاں تیرِ قضا میں

غزل

تڑپ غضب کی تھی اس گل کے مسکرانے میں
کہ برق بڑھ نہ سکی بجلیاں گرانے میں

رہا نہ صید کوئی اب کہیں زمانے میں
یہ جانتا ہوں کہ تم برق ہو نشانے میں

خزاں نے پھونک دئے جب چمن تو پھر باقی
نہ ہوگی خاک بھی بلبل کے آشیانے میں

کسی سے کیا ہو شکایت ہمیں تو ہیں مختار
عمل کے دور ہیں دنیا کے کارخانے میں

مقابلہ ہو مقدر سے کیا کہ قسمت کو
لکھا ہے کاتب قدرت نے دانے دانے میں

کسی تلاش میں گردش کناں ہیں لے آزاد
نہیں ہے اپنے کوئی جز و کل ٹھکانے میں

دیگر

پایا ترا نشان کہیں داستاں نہیں
بیسوں نشان ہیں ترے لیکن نشاں نہیں

کیا کس طرف ہے کون کہاں ہے کہاں نہیں
اس راز فاش گشتہ کا ممکن بیاں نہیں

کیونکر کہوں وہ حال کہ گم ہیں جہاں حواس
یارائے دم زدن مری رکھتی زباں نہیں

ان طائران قدس میں میرا شمار ہے
کونین جن سے پر ہے مگر آشیاں نہیں

گرمی ہے زندگی کی فقط میری ذات سے
خاموش آگ ہوں وہ کہ اٹھتا دھواں نہیں

دیر و حرم بھی وحدت کثرت نما میں ہیں
یہ کائنات کیا ہے جو کوئے بتاں نہیں

ہم پرفشاں ہیں دیکھئے اس باغ قدس میں
پہونچا جہاں فرشتوں کا وہم و گماں نہیں

بازار دل میں جمع ہے اپنے متاع درد
دامان سود میں مرے جیب زیاں نہیں

کیا تاب جلوہ لائیں گے موسیٰ ہوں یا کہ طور　　ہے نورِ ذات یہ کوئی برقِ طپاں نہیں
ساقی نہ چھیڑ بادہ پرستوں کی بات تو　　یہ شیخ خانقاہ ہے پیرِ مغاں نہیں
ہے زندگی تو کے لئے پیش خیمہ مرگ　　تمہید ہے بہار کی فصلِ خزاں نہیں
کیوں چھپ رہا ہے آپ کے دل کو چھیڑ کر　　منظور ہاں کسی کو ترا امتحاں نہیں

سرکار شاد کی ہیں یہ ذرہ نوازیاں
آزاد ورنہ کوئی فصیح البیاں نہیں

دیگر

ہے کسی شوخ ستمگار کی صورت دل میں　　ورنہ رہتی نہ یہ باقی کبھی حرکت دل میں
عشق ہو جائے گا عشاق سے ملنا تیرا　　رنگ بدلے گی کسی روز یہ الفت دل میں
اسی قوت کے کرشمہ سے فرشتے ہیں جھکے　　حق نے انسان کے بخشی ہے جو قوت دل میں
رنگ نیرنگئی عالم ہے تماشائے نگاہ　　نظر آتی ہے نہیں کوئی سی نگہت دل میں
ایک مدت ہوئی ہم تخم طلب بھونک چکے　　اب نہیں ہے کوئی باقی کہ حسرت دل میں
او جفا کیش ادا خونِ تمنا کر کے　　اپنی ہم آپ بنا بیٹھے ہیں تربت دل میں
کاش جیتے ہوئے دارا و سکندر ہوتے　　پاتے عثمان علیخاں کی وہ عظمت دل میں
گوہر زر سے ہے آراستہ گل گلشن میں　　شاہ کی سالگرہ کی ہے مسرت دل میں
مولوی وقفِ دعا سجدے میں ہیں سب لئے　　اور گن گاتے ہیں سرکار کی ندرت دل میں
یا علیؑ آپ کی برکت سے بر آ جائے　　صدقِ دل سے یہ ہوا آزاد کی حسرت دل میں
انکی عزت ہے زمانہ میں سمجھ تو آزاد　　آپ اپنی جو کیا کرتے ہیں عزت دل میں

دیگر

شمار ان کا کرنا کم از عذاب نہیں
ہوئی ہیں اتنی خطائیں کہ کچھ حساب نہیں

سوالِ وصل پہ کھائی قسم نہ آنے کی
تمہاری ضد ہے یہ اس کا کوئی جواب نہیں

اٹھے رقیب نہ افسوس بزمِ جاناں سے
ہوئی دعائے سحر اپنی مستجاب نہیں

بصر کو نطق نہیں ہے دکھا سکے جو اسے
نہ چشم نطق ہے دیکھی وہ کچھ جواب نہیں

نہ جلبِ نفع کا سودا ثواب ہے تجھ سے
خیالِ دفعِ ضرر مجھ کو اسے عذاب نہیں

فدائے رحمتِ خالق نسیمِ صبح تو ہے
بلا سے صحنِ گلستاں پہ گر سحاب نہیں

یہ آج خستہ سے کس لئے بنے اسے ساقی
سرورِ بادۂ دوشینہ بے حساب نہیں

یہ بات کیا ہے ازل سے سوال کرکے بھی
ہوا گدائے درِ یار کامیاب نہیں

گرے گی خرمنِ ہستی پہ برق عالم کے
ابھی تو رنگ پہ آیا ترا شباب نہیں

سکونِ قلب ہی اپنی نجات ہے آزاد
ہے شکر قلب کو اپنے اب اضطراب نہیں

دیگر

سرگمین مخمورِ چشمِ یار ہیں
مست ہاتھوں میں لئے ہتیار ہیں

حسن سبز و لولوئے دندانِ یار
ابر شنگوں میں یہ بو تیار ہیں

چاند سورج کیوں نہ زرد و سرد ہوں
حسن و نورِ یار کے بیمار ہیں

جیسے بارش میں بڑھیں گنگ و جمن
باڑھ پہ جوبن ترے لے یار ہیں

دل کو اسے آزاد آئے ہیں پسند
کس قدر موزوں مرے اشعار ہیں

دیگر

ادھر کو پھیر نگہ پر خمار کرتے ہیں — وہ تیر زہر کے سینہ کے پار کرتے ہیں
بتوں میں کس مہ انور کی ضو نمایاں ہے — کہ قلب مثل کتاں تار تار کرتے ہیں
سمجھ میں بات نہ آئی مرا سبب محفل — وہ ذکر غیروں سے کیوں بار بار کرتے ہیں
جہاں میں روح کی بھی روح ہے ہے آزادی — اسی کو جتنے ہیں جاندار پیار کرتے ہیں
وہ گل کہاں ہے کہ ہر عندلیب صبح و مسا — جگر کو خون دلوں کو فگار کرتے ہیں
انہیں عناصر خمسہ کا نام ہے اجسام — یہ کس سے مل کے جہاں پر بہار کرتے ہیں
کہو کہیں انہیں دنیا میں کیا جو دشمنی — برائے زندگی مستعار کرتے ہیں
جگر خراش کیے ناخن جنوں کو کوئی — ہلال عید ہم اس کو شمار کرتے ہیں
دل اس کے رشتہ الفت میں جمع ہیں یا — بسان سبحہ وہ ہر دم شمار کرتے ہیں
اثر پذیر ہیں کیوں ان سے پوچھنا ہی نہیں — ہمارے نالے جنہیں بے قرار کرتے ہیں
کرو جو آنے کا وعدہ یہی غنیمت ہے — تمہاری بات کا ہم اعتبار کرتے ہیں
خدا کرے کہ وہ ہم ہی ہوں اور نہ ہو کوئی — وہ در یہ جس کا کہ ملنے انتظار کرتے ہیں

اٹھے وہ خواب سے آزاد لے کے انگڑائی
ہم اس ادا پہ دل و جاں نثار کرتے ہیں

دیگر

خواہشاتِ نفس کیوں انساں کی دامن گیر ہیں
کس لئے یارب یہ بندے بستۂ زنجیر ہیں

کہتے ہیں جس کو جہاں ہے چار عنصر ہی کا نام
نورِ عالم ساز کے جو پرتو تنویر ہیں

بے عمل جو لانگہ آزاد و بندش کے لئے
نیک و بد اعمال کے حلقے پے زنجیر ہیں

تھی غرض کس کو کہ رکھتا جو مری بنیاد دھر
آپ ہی ہم آپ اپنی باعثِ تعمیر ہیں

چاند سورج اور ستارے جتنے آتے ہیں نظر
سب جبینِ یار کی افشاں پہ تنویر ہیں

دل مشبک نذر جان ہو کیوں نہ چشمِ یار کے
زہر میں ڈوبے ہوئے آنکھوں سے چھوڑے تیر ہیں

کیوں نہ ہوں جو رنگ عاشق کیوں کہ
ابرو خمدار جاناں پیکرِ شمشیر ہیں

کوئی قائل ہو نہ ہو آزاد قائل ہم تو ہیں
جتنی تدبیریں کریں گے تابع تقدیر ہیں

دیگر

جو کچھ کیا ہے جس نے جہانِ خراب میں
وہ نذر کر دیا ہے خدا کی جناب میں

آتش نہاں ہے وہ میرے دل کے نقاب میں
جس نے لگا دی آگ تنِ آفتاب میں

مر ہوں بے نیازی چشم پر آب ہوں
روشن تھا نورِ حسن خود آرا نقاب میں

جب ذات فعل و فاعل و مفعول خود ہی ہو
پھر سوء ظن کریں تو کریں کس کے باب میں

پھر سبزی جمال ہے کس رشک حور کی
ٹھنڈک ہے میرے دل کو شتاب میں

زاہد تجھے خبر ہی نہیں پی کے دیکھ تو
کیونکر کہوں کہ لطف ہے کیا کیا شراب میں

آزاد قلب صافی و ساکن ہی ہے نجات
حاصل سکون قلب ہو گر انقلاب میں

دیگر

الفت کی پھانس دل میں رگ جاں سے کم نہیں — یہ دردِ دل بھی درد کے درماں سے کم نہیں
نوکِ سناں سے نوکِ مژہ بڑھ گئی ہے اور — ابروئے یار تیغ صفاہاں سے کم نہیں
دستِ جنوں کی رک نہ سکیں چیرہ دستیاں — دامن کا چاک چاکِ گریباں سے کم نہیں
جی ڈھونڈھتا ہے قلب میں اپنے سکون کو — لیکن یہ ہائے چشمۂ حیواں سے کم نہیں
بوئے وفا سے بسکہ نفس مشک بیز ہے — آہیں ہماری بادِ بہاراں سے کم نہیں
یاروں میں اب کہاں رہیں وہ دل نوازیاں — صبحِ وطن بھی شامِ غریباں سے کم نہیں
ظلمات زندگی میں ہے آبِ بقا نہاں — شمعِ حیات شمعِ شبستاں سے کم نہیں

آزاد ذکرِ غیر اوران کی زبان سے
اپنی نظر میں خارِ مغیلاں سے کم نہیں

دیگر

بخیہ گر چاکِ جگر روز سئے جاتے ہیں — ٹوٹ جاتے ہیں وہ ٹانکے جو دئے جاتے ہیں
آنکھ کی راہ نکلنے کو مچل پڑتے ہیں — خون کے گھونٹ جو ہر روز پئے جاتے ہیں
بیخودی دیکھئے آنکھوں سے لگاتے ہیں اسے — بوسے آئینہ کے انگشت لئے جاتے ہیں
ہم نے سب چھوڑ دیا سازِ تمنا لیکن — داغِ حسرت ہے کہ دنیا سے لئے جاتے ہیں

وجہ تحریک دو عالم نہیں معلوم ہوئی — کام کچھ سوچ کے آخر کو کئے جاتے ہیں
شکر ہے بزم میں رخ ان کا مری سمت تو ہے — گالیاں گو کہ دبے لفظ دئے جاتے ہیں
درد کرتے ہیں بہت چھیڑ نہ لے تار نفس — آبلے دل کے ذرا بھی جو چھیڑے جاتے ہیں
وعدۂ حشر نہیں موت سے کم اسے آزاد
پھر کس امید پہ ہم ہیں کہ جئے جاتے ہیں

دیگر

گل شگفتہ سے پُر اپنے بوستاں ہو جائیں — چمن جو سینچے تیار باغباں ہو جائیں
بساط گلشن اخوت پہ گلکدہ بن کر — نجوم چرخ پہ چمکیں ان آشیاں ہو جائیں
چلے جو قافلہ سالار کارواں کو لئے — تو سنگ راہ جو ہوں گرد کارواں ہو جائیں
نکالدیں جو انھیں گر پڑے گا گھر سارا — وہ جزو قصر ہیں جو سنگ آستاں ہو جائیں
بچائیں ان کو ہم اور وہ بچائیں ہم سب کو — سہارا پائیں اگر ہم تو سائباں ہو جائیں
فسانے الفت و اخوت کے ایسے ہم چھیڑیں — کہ اپنی آپ زمانے میں داستاں ہو جائیں
حقوق پاکے دعا گو رہیں ہم ان کے ساتھ — وہ اپنے گھر کے لئے مطلق العناں ہو جائیں
خوشی دسہرہ کی ہم سب منائیں پھر مل کر — خدا سے عرض ہے مقصد میں کامراں ہو جائیں
کہیں بزرگوں کے اپنے اگر قدم پہ قدم — تو اس جہان میں ہم فخر دودماں ہو جائیں
ہمیں امید ہے آزاد اس دسہرہ پہ
ہزار قلب بھی ہوں گر تو ایک جان ہو جائیں

دیگر

دل ہی میں دو جہاں ہیں جلوؤں کدہر کدہر نہیں
آیا کہاں سے اور کہاں جاؤنگا یہ خبر نہیں

کون سا ہے وہ آسماں جسمیں نہیں ہیں مہر و ماہ
کون ہے وہ جہاں جہاں شام نہیں سحر نہیں

جاتے ہیں جسم و جاں چلے جینے سے تو کیا ملے
آگ سی دل میں ہے لگی جسمیں عیاں شرر نہیں

کیا میں سناؤں اپنا حال ناطقہ کی ہے تاب لال
کس کو دکھاؤں وہ جمال آنکھیں تو ہیں نظر نہیں

بحر عمیق عشق میں کشتی دل ہے چل پڑی
پار لگے کہ غرق ہو اس کی مجھے خبر نہیں

عمر تمام ہو گئی یاں دیں گے تو وہ جواب خط
مجھ کو خبر ابھی سے ہے ٹوٹیگا نامہ بر نہیں

لے کے قفس کو اڑ چلا ہوش جنوں میں گو ہے سر
قید قفس میں تھا گیا باندھے تھے بال و پر نہیں

ترجمۂ غزل حافظ شیراز رح

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

اٹھو لے ساقی تو گردش دے جام ساغر کو منزل میں
کہ عشق آساں ہوا اول پڑے آخر کو مشکل میں

وہی نافہ کہ آخر کو صبا جس کی ہوا سے کی
اسی چوٹی کی تابش سے پڑے کیا کیا ہیں خوں دل میں

اگر پیر مغاں کہدے ڈبو دے مے میں سجادہ
کہ سالک با خبر ہوتے ہیں راہ و رسم منزل میں

مجھے جاناں کی منزل میں کہاں آرام جب کہ دم
جرس فریاد کرتا ہو کہ باندھو جا کے محمل میں

بھنور حائل اندھیری رات اور یہ خوف موجوں کا
ہمارا حال کیا جانیں جو جا پہنچے ہوں ساحل میں

مرے سب کام خود کامی سے بدنامی پہ آ پہنچے
چھپے رہتے ہیں کب وہ بھید جو کھلتے ہیں محفل میں

حضوری چاہتا ہے گر نہ بھول اسکو کبھی حافظ
اگر جاناں سے ملنا ہو تو رکھ آزاد کر دل میں

دیگر

احساسِ ذات میں دشوار بھی نہیں — لیکن یہ امر قابلِ اظہار بھی نہیں
اس دل کی یہ تلافیِ مافات دیکھیے — اب اشک ریز دیدۂ خونبار بھی نہیں
وہ عکس ہوں کہ جسکی ہے بنیاد کائنات — وہ قصہ ہوں کہ سایۂ دیوار بھی نہیں
پھر کیوں جمالِ یار ہے یارب نظارہ سوز — آنکھوں پہ اب تو پردۂ پندار بھی نہیں
بکتی متاعِ درد تو ہم بیچ ڈالتے — ایسا جہاں میں کوئی بازار بھی نہیں
وہ دل بھی کوئی چیز ہے اس کا ذکر کیا — جس میں کچھ ہائے لذتِ آزار بھی نہیں
دیکھو تو ان کی باتوں کے اس ایچ پیچ کو — اقرار بھی نہیں ہے پھر انکار بھی نہیں
جس سے ہم اپنے دل کو کبھی سینکتے رہے — اب وہ نگہ یہ گرمیِ رفتار بھی نہیں
کتنا غضب ہے انکا یہ دل لیکے ہاتھ میں — تم کو عزیز ہے ہمیں درکار بھی نہیں
اُف اُس غضب کی چال نے پامال کر دیا — مستِ خرام ماندہ سرشار بھی نہیں

آزاد آج آکے یہاں کسطرح پھنسے
افسوس پاسِ خانۂ خمار بھی نہیں

دیگر

لگا دے ساقیا منہ سے مُرے تو آبِ حیواں کو — دعائیں دل سے دیتی ہیں مجھے گردونِ گرداں کو
نہ دیکھا چرخ نے مجھ سے کسی برگشتہ دوراں کو — یہ ممکن ہے کہ دیکھا ہو کسی اک خستہ ساماں کو
نہ آیا ختم ہونے کو بہ قدرت نے پھیلایا — سمیٹا موت نے اکثر مری ہستی کے داماں کو

قیامت دور ہے یعنی ابھی کچھ رات باقی ہے
مری تربت پہ جلنے دو چراغ شام ہجراں کو

وہ آئے بزم میں دیکھو دکھا کر اپنی رعنائی
لگا دی آگ سرتاپا سہی سرو چراغاں کو

بہا دی دلق سالوسی سبک باران میکش نے
گیا منت کش ساقی گراں دوشی ایماں کو

نہ اس کی ابتدا دیکھی نہ اس کی انتہا پائی
نہ ہم نے سوکھتے دیکھا کبھی دریائے عصیاں کو

یہ گرد دل میزباں ہو کر رکھیگا میہماں کب تک
بہت جلدی جدا ہونا ہے اس ہستی کے مہماں کو

ہوائے زلف مشکیں کی سیہ مستی میں پھاڑا ہی
ازل سے اپنے دکھلاتا ہے گل چاک گریباں کو

الٰہی خیر ہو اب اس کے بچنا سخت مشکل ہے
یہ وحشی دل چلا ہے دیکھنا پھر کوچۂ جاناں کو

گذاری غربت و افلاس و نکبت تنگدستی میں
فشار گور کا ڈر کیا رہا جان غریباں کو

وہ آ کر خواب میں مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ کل آئینگے
کہ جیسے کوئی دیتا ہو تسلی طفل ناداں کو

مرے پر کیوں کترتا ہے بتا صیاد ظالم تو
قفس کو لے کے میں اڑ جاؤنگا کیا اب گلستاں کو

یہی شمع شبستاں محرم راز اپنی ہے آزاد
تصدق اسپہ کیسے دوں کہو خورشید درخشاں کو

دیگر

تڑپ کے رہ گئی دیکھا جو مسکرانے کو
کہ برق بڑھ نہ سکی بجلیاں گرانے کو

ہم آئے ڈھونڈ کے اوپر تلے زمانے کو
رہا نہ صید کہیں اب ترے نشانے کو

نہ کس طرح سے وہ عالم رہین منت ہوں
ہمیں سے اوج ہے قسمت کی کارخانے کو

مقابلہ ہو مقدر سے کب کہ قسمت میں
لکھا ہے کاتب قدرت نے دانے دانے کو

خزاں نے پھونک دیا عندلیب گل کو تو پھر
لگا ہے کیا پر سرخاب آشیانے کو

نکل تو آئے میں در پہ تجھے جو دیکھ لیا — گھرے وہ ڈھونڈ رہے ہیں کسی بہانے کو
کسی نے بار نہ پایا بنا دیا کاجل — رگڑ رگڑ کے جبینوں سے آستانے کو
کسی تلاش میں گردش کناں ہیں مہر و کل — لگے نہ اپنے کبھی آج تک ٹھکانے کو

سدا بنی ہے یہ بارگہِ شاہ آزاد
یہی جگہ تو ہے باقی غزل سنانے کو

دیگر

ہے مگر بذل و عطا کی کان تو — بھر دے مقصد سے مرا دامان تو
میں تصدق جب ہوا ہنس کر کہا — ہو رہا ہے کس لئے قربان تو
بزم سے سب چل دیے اٹھ کر رقیب — اب نہ باقی رکھ کوئی ارمان تو
میرے بحرِ دل کی ہو گی ایک موج — جو اٹھائے گا فلک طوفان تو
ٹھہرنا جاتا کہاں ہے او رقیب — چھوڑ کر اب عشق کا میدان تو
کس لئے بیٹھا ہے کوچہ میں مرے — مجھ سے کہتا ہے وہ اے نادان تو
عرش اک حجرہ ہے اور اے آسماں — گوشۂ دل کا مرے دالان تو
سب تو اندر جا چکے اے پاسباں — بن گیا اب مجھ سے کیوں انجان تو
زندِ واعظ کو ڈپٹا چل نکل — میکدہ میں پائے گا ایمان تو
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد — کھول کر سن لے ذرا یہ کان تو
راحتِ جاں مرہمِ دردِ جگر — دردِ دل کا ہے مرے درمان تو
کیوں تڑپتا ہے فنا فی العشق ہو — اے مرے دل میرا کہنا مان تو

چھوڑنی ہے ایکدن دنیا بجھے — کیا کرے گا جوڑ کر ساماں تو
مل چکی آزاد خدمت مل چکی!
کیا کوئی ہے صاحب ایقاں تو

دیگر

بہار باغ و فضائے چمن مبارک ہو — ہوائے تازۂ سرو وسمن مبارک ہو
نشاط بخش طبیعت ہو فرح شام وصال — سکون قلبی صبح وطن مبارک ہو
ادائے خاص سے سرمست ہو کے کہنے لگا — دفور عیش میں چرخ کہن مبارک ہو
رہے وہ زیب گلو تا ابد زمانے میں — جو نور پاش ہے دُرِّ عدن مبارک ہو
نگار خانہ ہو دل نور حسن جاناں کا — بر خلوص میں وہ گلبدن مبارک ہو
ہیں جمع لالہ و گل ساغر و ل و بلبل — بساط دہر پہ یہ انجمن مبارک ہو
نظر فروز چمن میں ہے نسترن نسریں — کنار آب گل نارون مبارک ہو
نوید نو کا ہے پیش خیمہ یہ شادی — لگی ہوئی ہے جو دل میں لگن مبارک ہو
ہمارے دوست کو شادی ہو میمنت ماٰزا د
جمیع بزم کو لطف سخن مبارک ہو

دیگر

گلستاں کے نو ا سنجوں کا خوش الحان مبارک ہو — بہار آئی ہے گلشن میں گل خنداں مبارک ہو
بفضل و اور عالم ابد تک جلوہ فرمائی — سر ہر یہ حکمرانی پر شہ شاہاں مبارک ہو

نسیمِ صبحِ خوش بختی نے الٹی ہے نقاب ان کی — نگاہِ شوق تجھ کو جلوۂ جاناں مبارک ہو
یہ پنہاں کار فرمائی تھی فرطِ شوقِ گلچیں کی — کلی کھل کر چمن میں ہو گئی عریاں مبارک ہو
فراقِ گل میں وحشت نے فراہم تیلیاں کر لیں — نویدِ مقدمِ بلبل تجھے زنداں مبارک ہو
نمودِ بود ہستی میں بجز زحمت دھرا کیا ہے — فنائے زندگی کو نوح کا طوفاں مبارک ہو
جمع ہیں اپنے سینے میں ہجومِ یاس و نومیدی — ہوئے ہیں کلبۂ احزاں کے یہ مہماں مبارک ہو
دعا آزاد کی ہے صدقِ دل سے اپنے خاقاں کا
گل و دُر بارِ نکہت سے بھرا داماں مبارک ہو

دیگر

بہارِ بے خزانِ باغِ الفت پوچھتے کیا ہو — شمیمِ عطر آگینِ محبت پوچھتے کیا ہو
کبھی بیدار کر سکتا نہیں الفت کے مستوں کو — ہے کتنی ہستی شورِ قیامت پوچھتے کیا ہو
سمجھ رکھا ہے کیا تم نے قتیلِ نا امیدی کو — دکھا دیں حشر کر داغِ حسرت پوچھتے کیا ہو
جو آنسو کھینچ کے ٹپکے ہوں کسی کے خونِ دل سے — ستم کرتے ہو ان اشکوں کی قیمت پوچھتے کیا ہو
کبھی چھوڑا نہیں دامان ساقی اپنے ہاتھوں سے — مئے گلرنگ سے کتنی ہے رغبت پوچھتے کیا ہو
خزاں کی دستبردوں سے ہزاروں باغِ ہستی میں — گلِ رعنا ہوئے پامالِ حسرت پوچھتے کیا ہو
عبث نازاں ہے اک عالم قیامِ چند روزہ پر — خبر دیتی ہے چلنے کی اقامت پوچھتے کیا ہو
محل ہو جھونپڑی ہو شہر ہو گلشن ہو صحرا ہو — ہم ایسے بے ٹھکانوں کی سکونت پوچھتے کیا ہو
سوجھائی کچھ نہیں دیتا بجز اک ذات باقی کے — سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت پوچھتے کیا ہو
تخیل پا نہیں سکتا کبھی اسباب علت کو — مسبب ہے وہی اپنا علت پوچھتے کیا ہو

سرورِ مطلق دبیداری حق ذات ہے اپنی — ہمیں قائم ہمیں دائم ہیں فرحت پوچھتے کیا ہو
نہاں آزاد پاؤ گے اُسے کثرت کے پردے میں
کمالِ حسن بے پایانِ وحدت پوچھتے کیا ہو

دیگر

نور کے پرتو کی یہ رخشیدہ رنگت ہو تو ہو — جو کچھ آتا ہے نظر وہ شانِ وحدت ہو تو ہو
ہو تو ہو انکار کیونکر ذاتِ مطلق سے یہاں — ہستی کون و مکاں معلولِ علت ہو تو ہو
ہو تو ہو چشمِ جہاں میں بدر نعتِ صفت آسماں — مہرِ عالم تاب کی دنیا میں عظمت ہو تو ہو
ہوں تو ہوں چاروں عناصر ہم میں ہی زیر و زبر — ہم میں ہی برپا اگر شورِ قیامت ہو تو ہو
ہے تمنگڑ بات کا یہ قصۂ ہستی تمام — نقطۂ پرکار اک رائی سے پربت ہو تو ہو
ذرہ ذرہ دو جہاں کا آج ہو جائے مطیع — آدمی کیا کر نہیں سکتا ہے طاقت ہو تو ہو
نقشِ باطل ہے نقطہ آزاد از ہست و نیست
ہست ہو یا نیست ہو مطلق میں حرکت ہو تو ہو

دیگر

جل کر جگر کباب ہو لب پر فغاں نہ ہو — ہے بات جب کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو
آتی ہے آندھیوں سے صدا عندلیب کی — بادِ خزاں میں بادِ بہاری نہاں نہ ہو
ابرو کی اب کماں نہیں جھکتی مری طرف — جاذب نگاہِ غیر سے کیونکر گراں نہ ہو
وہ حسنِ لازوال سمایا ہے قلب میں — قادر بیاں پہ جس کے کسی کی زباں نہ ہو

باغِ سخن میں آئے گا آزاد لطف کیا
طاؤسِ فکر اپنا اگر پرفشاں نہ ہو

دیگر

نہ کر محروم لذاتِ جفا سے ۔۔۔ ہم آئے باز اپنے خوں بہا سے
ہوا ہے خوگر مشقِ جفا دل ۔۔۔ جگر شق ہو گیا ہے جا بجا سے
نہ اُڑنے کی شکایت کر رہا ہے ۔۔۔ مرا خوں طائرِ رنگِ حنا سے
نگہ اُٹھتے ہی گو پہنچی اُس مہ کی جانب ۔۔۔ جکڑ کر رکھ دیا زلفِ دوتا سے
ہوئی صرفِ دعا اک عمر اپنی ۔۔۔ نہ نکلا کام لیکن کچھ دعا سے
نہ اتنی نزع میں تکلیف ہوتی ۔۔۔ اگر تم دیکھ لیتے اک ادا سے
چڑھی آتی ہوں جب جوبن کی موجیں ۔۔۔ عبث شکوہ ہے پھر بندِ قبا سے
فرشتے تھے کبھی ہیں آج انساں ۔۔۔ بتائیں کیا ہوئے ہم کیا ہیں کیا سے
تعلق اُٹھ گیا ہو دو جہاں سے ۔۔۔ دمِ آخر لگی ہو جو خدا سے
بتائے انتہا کیونکر وہ اپنی ۔۔۔ نہ واقف ہو جو اپنی ابتدا سے

دلِ گم گشتہ کا آزاد اپنے
پتہ پایا کسی کے نقشِ پا سے

دیگر

ہوا الاول ہوا الاخر نہ ہم تم سے نہ تم ہم سے ۔۔۔ وہی آدم ہوا اک باقی کہ جو پہلے تھا آدم سے

ہے باہر عقل عالم سے وہ عالم ہوں میں عالم میں
وہ عالم ہوں میں عالم میں ہے باہر عقل عالم سے

ہوئی منظور جب ہستی کی مجھ کو خانہ آرائی
ہیولا بن گیا میرا مرے اجزائے برہم سے

نہ تھا میں جب تو پھر کیا تھا مرا ہونا نہ ہو کیونکر
تعلق غیر فانی ہے مؤخر کا مقدم سے

جمال وہم باطل اختلاف ذات عنصر ہے
نظر آئے گا اک دریا بڑھو آگے جو شبنم سے

لذائذ ہائے دنیا سے شکم پر ہو تو کیونکر ہو
بجھے گی تشنگی کیونکر کسی کی آب شبنم سے

فسانہ ہیں اثیر و برق کے آزاد لایعنی
فقط یہ جانتے ہیں ہم کہ یہ دنیا بنی ہم سے

دیگر

ہوں خاک تو بہتر ہے ہم اس نار شکم سے
کیوں ملنے کو جائیں کہیں ارباب ہمم سے

طاعت کا سبق بھول گئے سیر جہاں میں
اس واسطے ہم دور ہوئے باغ ارم سے

واللہ کہ یہ رحمت ساقی کی ہے توہین
ہم آپ کے طالب ہوں اگر ابر کرم سے

ایمان کا جز ہے تو فقط ذات حقیقی
کیا واسطہ ہے ذات کو اس دیر و حرم سے

آ جائیں سمجھ میں ابھی نکتے کے معانی
کھچ جائے جو خط ایک مرے نوک قلم سے

آزاد الگ تم ہو فنا اور بقا سے
رشتہ ہو بہت دور حدوث اور قدم سے

دیگر

کیوں بگڑتے ہو کیا ہوا کیا ہے
تم سے کس نے کہا سنا کیا ہے

مرضِ عشق لا دوا کیوں ہے — آخر اس درد کی دوا کیا ہے
کشمکشِ عشق اگر نہیں ہے کچھ — کاہ کیا چیز کہربا کیا ہے
حسن مخفی ہے اور جلوہ عیاں — درحقیقت یہ ماجرا کیا ہے
دل کو کس کی تلاش ہے اتنی — دل کا دل ہی میں ڈھونڈنا کیا ہے
وسوسہ ہے اگر یہ قیدِ حیات — ابتدا کیا ہے انتہا کیا ہے
شکر کر اس خدا کا اے آزاد — کام تیرا رکا ہوا کیا ہے
یہ عذاب و ثواب ہیں کیا چیز — اس جہاں میں برا بھلا کیا ہے

خود نہیں جانتے ہیں ہم آزاد
کیا بتائیں کہ مدعا کیا ہے

دیگر

گلشن میں آج آمدِ فصلِ بہار ہے — سبزہ ہے گل ہے مے ہے لبِ جوئبار ہے
ہے یاسمیں کہیں تو کہیں زلفِ ضیمراں — نسریں ہے نسترن ہے گل کوکنار ہے
صحنِ چمن میں شورِ عنادل ہے لوٹ لو — دامانِ گل میں گوہر و زر بے شمار ہے
کثرت ہے شاخِ گل پہ عنادل کی اس قدر — سبزے سے ہمکنار ہر اک شاخسار ہے
مداحیِ حضور پہ مائل ہے دل مرا — ساقی پلا کہ فکرِ شکستِ خمار ہے
اقبال و جاہ حضرتِ سلطاں کو دیکھ کر — مثلِ کتاں عدو کا جگر تار تار ہے
جمجاہ شاہ آصفِ سابع کے فیض سے — ملکِ دکن ہر ایک طرح کامگار ہے
ہے آج شہ کی سالگرہ شہر میں ہے دھوم — ہر اک خوشی سے مست اطاعت گزار ہے

آزاد اپنے شہ کو مبارک ہو سال نو
دل سے دعا یہ اپنے ہزاراں ہزار ہے

دیگر

خونِ حسرت ترے دامن پہ جو افشاں ہو جائے — دشتِ واماندگیٔ شوق گلستاں ہو جائے
دل میں آجائے اگر وسعتِ قدرت کا خیال — عرصۂ کون و مکاں گوشۂ داماں ہو جائے
لذتِ زخمِ جگر کے مجھے مل جائیں مزے — شورِ غم سے مرا سینہ جو نمکداں ہو جائے
ابر سے آہوں کے گردوں پہ گھٹائیں چھائیں — مرے اشکوں سے بپا نوح کا طوفاں ہو جائے
ڈگمگا کر جو مرا خونِ جگر پی جائے — تابشِ تیغ تری برق پہ خنداں ہو جائے
واہ کیا بات تری قوتِ پروازِ خیال — جس کی گردِ سرِ رہ تختِ سلیماں ہو جائے

ابھی جمعیتِ عالم میں خلل ہو آزاد
زلف شانوں پہ اگر اس کی پریشاں ہو جائے

دیگر

جور پر جور یہی اور ستم ایجاد رہے — بھول جائے نہ مگر روزِ جزا یاد رہے
لطف کیا ہاتھ میں گر خنجرِ فولاد رہے — دل بھی فولاد سے لڑتا ہوا جلاد رہے
اس جفا کار کا رُخ اور طرف پھر نہ سکا — یہ مرے نالے تھے جو جاذبِ بیداد رہے
میں بھی اک بستۂ فتراک ہوں تیرا صیاد — نہ رہے یا کہ یہ نخچیر تجھے یاد رہے
گل چمن میں نہ کرے چاک گریباں ہرگز — عندلیبوں کی جو گھٹتی ہوئی فریاد رہے

چل بسا مُرغِ چمن چھوڑ کے اپنا مسکن
خواہ گلچیں رہے گلشن میں کہ صیاد رہے

اسی مے سے تو ہوا تلخ مذاقِ خسرو
لبِ عشاق پہ کیوں قصۂ فرہاد رہے

ہے دعا شاد رہیں شاد جہاں ہیں جب تک
شہ سلامت رہیں اور ملک بھی آباد رہے

خونِ بلبل ہے نہاں ہر رگِ گل میں آزاد
دلِ عشاق میں جس طرح پری زاد رہے

دیگر

سوزِ تپِ فراق سے ہم کیمیا ہوئے
زخمِ جگر خود آپ ہی اپنے دوا ہوئے

اللہ رے عشق قلب ہوا شکل رُوئے یار
یکرنگ ہو کے شیشہ و مے رونما ہوئے

ہے شکر کا مقام شکایت نہیں رہی
ناز و ادا و غمزہ پئے خونبہا ہوئے

قسمت کی نارسی سے مرے نالۂ دل
سوئے فلک جو جا نہ سکے سو ہوا ہوئے

اس بیوفا سے ترکِ وفا شاق تھا پہ ہم
راہِ وفا میں ہو کے فنا بیوفا ہوئے

محشر میں ایک حشر بپا ہو گیا نیا
بندِ نقاب موج ہوا سے جو وا ہوئے

آزاد ہم کو کوئی نہ مردِ خدا ملا
دنیا میں یوں تو سیکڑوں مردِ خدا ہوئے

دیگر

جہاں میں راہ روِ اضطراب کیا کرتے
شمارِ جورِ نہ ہو جب حساب کیا کرتے

سفید نامۂ اعمال تھا پسِ اعمال
فرشتے حشر میں اپنا حساب کیا کرتے

ہوا ہو تخمِ عمل خاک جل کے جب دل میں — رجا و بیمِ ثواب و عذاب کیا کرتے
رہینِ منتِ درماں متاعِ درد نہیں — فلک کی سمت کو چشمِ پُر آب کیا کرتے
فروغِ حسن نہ ہوتا جو نور پاشِ جہاں — یہ جرم ہائے مہ و آفتاب کیا کرتے
گرائی خرمنِ موسیٰ پہ برق گھونگٹ سے — الٹ کے رخ سے وہ اپنے نقاب کیا کرتے
ہزار جہد کئے وہ دبائے سے نہ دبی — چڑھاؤ ہی پہ تھی موجِ شباب کیا کرتے

نہ گھر نہ در نہ ٹھکانا نہ ہو جن کا اے آزاد
وہ اپنے در پہ مجھے بار یاب کیا کرتے

دیگر

ساقی پلا کہ خشک لبِ مے گسار ہے — رندانِ مے پرست پہ طاری خمار ہے
یہ کونسی کشش مرے پروردگار ہے — قمری پہ سرو سرو پہ قمری نثار ہے
قابو میں لائے جو اسے وہ شہسوار ہے — سرعت میں رخشِ ابلقِ لیل و نہار ہے
اس زندگی کو لے کے کریں کیا بتائیے — وہ زندگی جو خونِ تمنائے یار ہے
صورت پرستیوں سے میں زاہد ہوں بے نیاز — شاہینِ فکر طائرِ معنیٰ شکار ہے
گلچیں کے ہاتھ چڑھ گئے گلزار سی حیف — پھر عندلیب گل کے لئے بے قرار ہے
روشن ہوئی یہ جل نہ سکی دو گھڑی کبھی — شمعِ مزار برقِ تجلائے یار ہے
ہیں جلوہ گاہ کون و مکاں نورِ ذات کے — حدِ نظر ہی اپنی فقط پردہ دار ہے
حاصل کہاں ہے دہر میں عشرت سکون کی — جاں بسکہ محوِ قطعِ رہِ اضطرار ہے
کس بات پہ ہے حضرتِ انساں کو اتنا ناز — ناپائیدار زندگیٔ مستعار ہے

تو شعر حد غزل کی آزاد کہتے ہیں
بڑھ کر ہوں تو قصیدے میں اس کا شمار ہو

دیگر

شہ رگ سے قریں ہو کے رگ جاں میں نہیں ہے
وہ کونسی ہے بات جو انساں میں نہیں ہے

وہ کیا ہے کہ ہر کون نہیں ہو کے بھی ہاں ہے
کیا خوب معمہ ہے کہ وہ ہاں میں نہیں ہے

جس تاب کی ہے برق جہاں تاب بھی مرہون
وہ تابش دنداں گل خنداں میں نہیں ہے

وہ نور کہ ٹھہرے نہ کبھی آنکھ کسی کی
مطلوب جو ضو ہے خور رخشاں میں نہیں ہے

ہوتے ہوں تو ٹھنڈے ہوں اگر لاکھ کلیجے
دل کی مرے ٹھنڈک مہ تاباں میں نہیں ہے

ہے چاہ میں اس ماہ کے ہر ذرہ مقید
یوسف مرا کونین کے زنداں میں نہیں ہے

کچھ بات نظر آتی ہے ہر چیز کی جڑ میں
اس ذات سے انکار ہو امکاں میں نہیں ہے

اک نکتہ سہی کاش وہ کچھ ہو تو بتائیں
اظہار تخیل مرے امکاں میں نہیں ہے

آزاد مہکتا ہے جہاں جس کی مہک سے
اس گل کا پتہ روضۂ رضواں میں نہیں ہے

دیگر

نہ ہم پیماں شکن ہیں اور نہ ہم سے کوئی پیماں ہو
ازل میں ہاں کا کہہ دینا خمار صبحگاہاں ہو

گراں دوشی میں پنہاں ہو کھلا راز سبکباری
کھلا راز سبکباری گراں دوشی میں پنہاں ہو

نم زخم جگر خشکیدۂ مہر وفا ہوگا
کہ دست یار خوں آغشتہ رشک شاخ مرجاں ہو

کف پا میں گل تر کے نہاں خارِ مغیلاں ہیں ازل سے برگ گل ہر اک چلا صحرا بداماں ہو
چلے آتے ہیں مقتل میں یہ معنی اس کے ہیں یعنی دمِ شمشیرِ بُراں پر چمکتا نورِ ایماں ہو
ضمیرِ خود نمائی میں ہے اک موہوم سی ہستی کہ ہر گردِ دل گرداں اور کہاں خورشید رخشاں ہو
کہاں تو ہوں اور کہ ہر ہوں میں کہوں کس طرح سے یعنی جہاں معمور ہے مجھ سے نہ وہاں کچھ نہ کچھ یاں ہو
کشش کو خاک کر دیں گے جہاں ہیں ہم کو کھینچا کیوں نہ دُ حسن صحرا نوردی کی نہ ذوقِ سیرِ بستاں ہو
مرے مضموں کو سمجھیں گے رسالہ میں جو جا بیٹھے فلاطوں خاک سمجھیگا کہ اک طفلِ دبستاں ہو
نہ دکھلانے کی قوت ہے نہ کچھ کہنے کا یارا ہو دل خوں گشتہ میں پنہاں کسی کا حسن عریاں ہو

غزل مجذوب کی پڑھ کے نہیں آزاد کی کمتر
یہی سمجھیگا ہر انساں کہ یہ حضرت کا ہذیاں ہو

دیگر

واعظا الجھ نہ مجھ سے کہ ہر کو خیال ہو زندوں کی بات تجھ کو سمجھنی محال ہے
تیرا کہ ہر کو بلبل ناداں خیال ہو دامانِ گل پہ دسترسی ہو محال ہے
برقِ تپاں و لامعہ صورت نگاہ میں عمرِ رواں کا اپنے یہی ماہ و سال ہے
ہے چارہ گر خیال محال اندمال کا زخم جگر کی اپنے فقط دیکھ بھال ہے
مانیں نہ مانیں آپ مگر سن تو لیجئے مقصود اپنا آپ سے کچھ عرض حال ہے
آتا نہیں سمجھ میں کہ کیوں گم ہیں آج ہم کس واسطے ہماری طبیعت نڈھال ہے
پابندیٔ صفات سے جو واسطہ ہے ذات ہاں چند عنصروں کا فقط اتصال ہے
سبزہ کو دیکھئے کہ ہے کثرت میں ایک رنگ قطروں کا اجتماع فقط برشگال ہے

ہوگی کسی کو فکر عذاب و ثواب کی
ہوگا جنھیں کہ ہوگا اگر انفعال ہے

ہم سوچتے ہیں جا کے کہیں اپنا حالِ دل
کوئی وہاں پہ ہو نہ کہیں احتمال ہے

صحنِ چمن میں سیکڑوں کترے ہوئے ہیں گل
کس کا خرام ناز ہے یہ کس کی چال ہے

آئے ہیں تیرے در پہ کریں کیا سوال ہم
ہم آپ عرضِ حال ہیں صورت سوال ہے

بیٹھا ہے در پہ یار کے درماں کے بھیس میں
چلتی ہوئی رقیب کی یہ ایک چال ہے

اپنا کلام شوکتِ لفظی سے پاک ہے
ہاں ایک روزمرہ ہے اور بول چال ہے

دیتی خبر ہے موت کی آزاد زندگی
اور موت اپنے زندگی نو کی فال ہے

دیگر

یہ دل میں ہے کہ کبھی دل کا مدعا کہیے
یہ فکر ہے کہ جو کہیے کسی سے کیا کہیے

جمال دیکھئے ہے ذرہ ذرہ مطلعِ نور
فضا ہو نور تو پھر اس فضا کو کیا کہیے

مسلمہ ہے کہ پنہاں ہے آب میں آتش
تو اپنی ذات میں عالم کو بر ملا کہیے

غرض نہیں کوئی اب حیات سے لیکن
ملیں جو خضر تو ان سے مری دعا کہیے

جفائے معرفتِ کردگار کے معنے
وفائے لذتِ دنیا کو بے وفا کہیے

ہم اب بھی ہوتے فرشتوں کے سجدگاں مسجود
جو بھول ہو گئی اک ذرا اسکو کیا کہیے

یہ مان لیجئے دورِ جہاں ہے بے سروپا
نہ ابتدا ہے کوئی اور نہ انتہا کہیے

بسیط ہو کے بھی بستا ہے دل میں جو آزاد
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ اس کو کیا کہیے

دیگر

بن گئی خود آپ صورت یار کی — چشم حیراں طالبِ دیدار کی
یوں تو سب کچھ ہے مگر اک ہجر بھی — چاشنی ہے لذتِ آزار کی
دل میں باقی رکھ نہ کچھ فکرِ دو کون — خانہ خالی ہے منزل یار کی
اک نشانی ہے شفق اور آسماں — سرمگیں مخمور چشمِ یار کی
میرا یہ تارِ نفس ہے یا کہ یہ — دھار ہے چلتی ہوئی تلوار کی
مے کشی سے منہ نہ موڑا عمر بھر — بات کیوں سننے لگے ہشیار کی
تیرے صدقے جاؤں تو نے ہجو بھی — راہ جو دشوار تھی ہموار کی
عنصرِ اربعہ کی چشم آرائیاں — کوئی حد بھی ہے ترے سنگار کی
یہ ستائے چاند سورج اور زمیں — دھجیاں ہیں پردۂ پندار کی
درد دل خود بڑھ کے درماں ہو گیا — اب تو حالت ٹھیک ہے بیمار کی
اے فضائے پرسکونِ بیدلی — تجھ کو حاجت کیا ہے برگ و بار کی
جا کے پیکاں دل میں خود دل ہو گیا — پھر کھٹک سی دل میں کیوں ہے خار کی
جب سے ہم پیدا ہوئے یا رب کہیں — شکل دیکھی ہی نہیں غمخوار کی

آدمی آزادیاں مجبور ہے
حکمرانی ہے فقط مختار کی

دیگر

کلی ہے ان کے بتانِ حیا کی — گرہ دل کی ہو یا بندِ قبا کی

ضرورت ہے دل صبر آزما کی
توقع ہم کو ان سے ہے وفا کی

ادائیں ہیں غضب اس فتنہ زا کی
ادا لیتی بلائیں ہیں ادا کی

وہ آتے خواب میں کیونکر ہمارے
اُٹھے جب خواب سے ہم تب دعا کی

جلا پروانہ اک پل بھر میں لیکن
سحر تک شمع سوزاں بھی جلا کی

منور ہو گئیں رندوں کی آنکھیں
سیاہی دیکھ کر کالی گھٹا کی

انھیں کیا پس کہ عشاق باشد
جناب عشق کی ہیبا چلا کی

نہیں جن کو ہے اپنی ہی خبر کچھ
خبر کیا خاک دیں گے ماسوا کی

ستم ہے پوچھنا ان کا یہ آزاد
کہ کوئی حد بھی ہوتی ہے جفا کی

دیگر

مرے ساغر میں اے ساقی وہ آب آتشیں بھر دے
مئے مطلوب جو مجھکو نہیں ملتی کہیں بھر دے

مری تشنہ لبی حد سے تجاوز کرتی جاتی ہے
تری باتوں کو لے ساقی میں اب تشنہ نہیں بھر دے

جو تنگ اہتماں ہو جائے کہیں وہ کہاں جائے
مری جھولی کو رحمت سے تو رب العالمیں بھر دے

ترسے ہاتھوں نے کاٹا ہے یہ داماں طلب میرا
جہاں کی چشم آرائی کو پھر نقش نگیں بھر دے

اُٹھا رکھا ہے کس دن کے لئے صہبائے رحمت کو
نکلنے کو ہے آمادہ مری جان حزیں بھر دے

اسے کیا دیر لگتی ہے مرے دامن کو بھرنے میں
جو کروں سے فلک بھر دے جو ذروں سے زمیں بھر دے

یہ ظاہر ہے نہیں رکتے کبھی آزاد پینے میں
نہ ہو باقی شئے صافی تو دُردِ تہ نشیں بھر دے

دیگر

اس پردۂ زنگار میں کوئی تو چھپا ہے
ہر ذرۂ عناصر کا ہیولائے حیا ہے

تعبیر تھا جس کی ہے وہ خواب فنا ہے
ہم جانتے ہیں اس کو یہ کیا چیز گیا ہے

چلتا ہے پتہ ہستیٔ بالذات کا اس میں
ہر چند کہ ہستیٔ جہاں نیست نما ہے

قاصر ہے یہاں عقل تو ساکت ہے یہاں نطق
یہ عالم ادراک تحیر سے گھرا ہے

مشکل ہے بہت عالم نوریں کا تماشا
خورشید ضیا پاش بہ امکان ضیا ہے

جائیگا کہاں اس کی خبر کچھ بھی نہیں لیکن
ہر ذرہ یہاں گوش بر آواز درا ہے

ممکن نہیں مل جائے کہیں حسن کی منزل
دوڑے گی کہاں تک کہ نگہ آبلہ پا ہے

خورشید جہانتاب ہے اک ہیچ میں کمہ
اور ارض و سما وسعت دامان قبا ہے

رخ اس کا مری سمت نہیں ہے تو نہیں ہے
چلتی ہے تو چلنے دو کہ چلنے کو ہوا ہے

کہتے ہیں جسے رام وہ اک ذات ہے بالذات
پیوست عناصر میں ہے عالم میں رما ہے

آزاد بلا کا تھا مگر عہد بلی بھی
اب تک جو پھنسائے ہوئے طوفان بلا ہے

دیگر

ملامت آنکھ مقتل میں کہ تو بسمل نہ بن جائے
نگاہ آخریں میری تری قاتل نہ بن جائے

رہے خالی ہمیشہ یہ کہ دل جاناں کی منزل ہے
کسی بار تمنا کا کہیں حامل نہ بن جائے

نہ دیکھا آج تک جلوہ ہر اک ذرہ کو چھانا ہے
زمین کوئے جاناں آخری منزل نہ بن جائے

نگاہیں پھیر لیں اپنی نہ دیکھے داغ دل میرے
وہ ڈرتے ہیں کہ رخ پر ان کے کوئی تل نہ بن جائے

مٹا دے اس طرح پر دل تو رہم راہ الفت میں
ہر اک دلدار ہو تیرا کوئی بیدل نہ بن جائے

تھپیڑے مجھ کو دیتے ہوں تو دیں امواج طوفاں زا
گر وہ بحر بے پایاں کہیں ساحل نہ بن جائے

شب پر امن وحدت ہی سکوں افزائے خاطر ہو
ہلال بندش ہستی کہیں کامل نہ بن جائے

کچھ ایسی فکر کر آزاد تو ذرا نور ہو بکلی
اس آب و گل میں تو پھنس کر پھر آب و گل نہ بن جائے

دیگر

یہیں کی سہہ کے مٹا دیں ہیں سب یہیں میں نے
جو سختیاں کہ پڑیں مجھ پہ وہ سہیں میں نے

خمار مستیٔ صہبائے مرگ کیوں ہے حیات
چھوا ہی تھا نہ کبھی جام اولیں میں نے

مکین ہی ہے مکاں یا مکان خود ہے مکیں
کہیں مکان میں دیکھا نہیں مکیں میں نے

وہ نازنین کہ نزاکت کی جس کی حد ہی نہ ہو
نظر میں اپنی سمیٹا ہے بالیقیں میں نے

نشاں کیوں نہ میں سمجھوں کہ بے نشاں کا ہوں
نشان کوئی نہ پایا ہو جب کہیں میں نے

سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا رہا باقی
مٹا دئے جو تخیل میں ما و طیں میں نے

برا ہو تیری تپش کا سن اے دل بیتاب
نہ دیکھا تجھ ہی میں تھا یار ہم قریں میں نے

الٹ کے دیکھ لیا ہر ورق کو ہستی کے
کتاب دل ہی میں پائے متاع دیں میں نے

ازل کے دن ہی جھلک دی تھی یاد پڑتا ہے
قبائے دولت دنیا کی آستیں میں نے

ہمارا عشق یہ اک روز رنگ لائے گا
سمجھ لیا تھا اسی دن دل حزیں میں نے

متاع عقل سے رکھا مجھے خسارے میں
فلک پہ تھا تو خریدی تھی یہ زمیں میں نے

اب ایک ڈورِ خیالی ہے رہ گئی آزاد
جو گتھیاں کہ پڑی تھیں وہ کھول لیں میں نے

دیگر

زخمِ دلِ بسمل کو ہرا کر کے چلی ہے
یہ کام نیا تیغِ ادا کر کے چلی ہے

صد شکر کہ کونین ہے جس شمع کا پرتو
سینہ کو وہ پُر نور ضیا کر کے چلی ہے

تڑپیں گے دلِ بلبلِ بیتاب چمن میں
واگل کی قبا بادِ صبا کر کے چلی ہے

جو ارض کے سینہ میں ہو اور نہ لب سمائیں
وہ روح تھا ہم کو فنا کر کے چلی ہے

اٹھکیلی سے سوئے ہوئے فتنے کو جگا کر
مستانہ روش حشر بپا کر کے چلی ہے

اب ہم کو تعین سے تعلق نہیں آزاد
مطلق کی کشش عہدہ برآ کر کے چلی ہے

دیگر

جان نذرِ پاسِ خاطرِ دلدار کر چکے
ہم حد سے بڑھ کے خدمتِ اغیار کر چکے

ٹھوکر سے سنگِ راہ شرر بار کر چکے
خود امتحان گرمیِ رفتار کر چکے

دیر و حرم جو ہوتے ہوں برباد ہونے دو
آباد ہم تو خانۂ خمار کر چکے

دھوکا تھا ایک پردۂ زنگار گوں چرخ
دل میں تلاش تجھ کو ہم اے یار کر چکے

پیتے ہی جائیں گے کہ درِ توبہ باز ہے
پی بار بار توبہ بھی ہم بار بار کر چکے

مستانِ چشمِ یار نے کروٹ بھی لی اک
محشر کے صور سے انھیں ہشیار کر چکے

کیا غم ہے ٹوٹنے کا وہ کعبہ ہو یا کہ دل　　ہم قصر ہست و نیست کو مسمار کر چکے
فطرت پہ فعل مبنی ہیں انکے جہان میں　　جو خواہشوں سے دل کو سبکسار کر چکے
آزاد اب کسی کے نہ پھندے میں آئینگے
وہ تار تار حلقۂ زنار کر چکے

دیگر

ہو کے پُر رونق بڑھی ہے جام کی　　ہے یہ خوبی بادۂ گلفام کی
ہم ملائک سے ہوئے انسان حیف　　گردشیں ہیں گردش ایام کی
سبزہ ساں پامال ہیں ہم دہر میں　　چال ہے یہ چرخ نیلی فام کی
اب گدا کی شکل میں دربان سے　　بات کرنی چاہیے کچھ کام کی
اے فلک بتلا مجھے پوری ہوئی　　کون سی خواہش دل ناکام کی
دھجیاں دامن گریبان چاک ہو　　داد دیں کچھ جامۂ احرام کی
چھٹ گئے بند علائق توڑ کر　　مٹ گئیں پابندیاں احکام کی
چرخ کج رفتار سے کرنی عبث　　ہے شکایت بخت نافرجام کی
تجھ کو کیا گر ہم ہیں رند خانہ سوز　　شیخ اپنی فکر کر انجام کی
بیل چڑھ سکتی نہیں ہرگز منڈھے　　دل تری اس آرزوئے خام کی
تر ہے آب ضعف سے سارا بدن　　پیر کو حاجت نہیں حمام کی
داد کی خواہش نہیں آزاد کو
مستحق ہمت نہیں انعام کی

دیگر

جرس دیتا خبر ہے کارواں کی
نہیں معلوم منزل ہے کہاں کی

خدایا خیر جان ناتواں کی
گھڑی ہوتی ہے مشکل امتحاں کی

نگاہ برق میں کھٹکی وہ کیوں کر
رگ گل کی تھی تیلی آشیاں کی

زباں سے اپنی رنجش دل کی نکلی
کہاں پر بات آئی ہے کہاں کی

چمن میں بن کے آئی موسم گل
دم آخر کی خاموشی خزاں کی

نہ کیوں پورا کریں عہد وفا ہم
ازل میں شرط کی تھی نقد جاں کی

نہ گلشن میں نہ صحرا میں ملا وہ
ہر اک کوچہ کی ہم نے خاک چھانکی

زباں پر حال دل آج ان کے آیا
رقابت کام آئی رازداں کی

پلانا تشنہ کامان ازل کو
دہائی ساقیا پیر مغاں کی

لگائی آگ بلبل نے چمن میں
یہ آتش ہے چراغ خانداں کی

دکن میں تم ہو بزم شاد کے رکن
غزل آزاد کیونکر ہو نہ بانکی

دیگر

ہمارے سوز پنہاں کا نہیں کوئی نشاں باقی
نہ اب وہ درد ہے دل میں نہ وہ آہ و فغاں باقی

نظر ہے ذرہ ذرہ پر ٹھکانے سے نہ لگ جائے
ہے اپنے خاک کا منظور انکو امتحاں باقی

چمن آراستہ کثرت کی یہ نیرنگی وحدت ہے
ہزاروں بار اڑ کر بھی ہے رنگ گلرخاں باقی

ہے دل میں ان کے مر کر بھی خیالِ نقشِ خام اپنا
کہ جیسے ہو پسِ رفتن غبارِ کارواں باقی

گری تھی جس پہ کل بجلی وہ کس کا آشیانہ تھا
فضائے باغ میں جس کا کہ اب تک ہے دھواں باقی

مر دو دیں اپنے رکنے سے کہ وہ بالیں تک آجائیں
ابھی لینی ہیں قسمت میں جو تھوڑی ہچکیاں باقی

دیگر

سحر سا کر ہی دیا حسن کی رعنائی نے
دیکھا چھوڑ دیا ساتھ شکیبائی نے

بادۂ عشق کی مستی میں بلی کہہ اُٹھے
دل بڑھایا جو تری حوصلہ پیمائی نے

کچھ تو حال اپنا کہیں گوشہ نشیناں خمو
کیوں جواب اُن کو دیا طاقتِ گویائی نے

نعرۂ چرخ شکن سیکڑوں سرِ دل نے کئے
کان پر بھی نہ لئے گنبدِ مینائی نے

ہوا اثر دار تو اک آہ بہت کافی ہے
سر عبث پھوڑ لیا عاشقِ شیدائی نے

حال کیا تم سے کہیں اپنے دلِ ناداں کا
عمر بھر چین نہ لینے دیا سودائی نے

کچھ نہ سمجھے سبب اس کا کہ ہیں سے آزاد
منھ کو یوں پھیر لیا اُس بتِ ہرجائی نے

دیگر

جز خندۂ لبِ زخم پہ فریاد نہیں ہے
قاتل تو ہے قاتل مرا جلاد نہیں ہے

وہ شور وہ ہنگامہ وہ فریاد نہیں ہے
اجڑی ہوئی بستی ہے دل آباد نہیں ہے

کیوں جان نہ ہو نذر اس اندازِ ستم کے
کرتا ہے ستم جو ستم ایجاد نہیں ہے

صیاد نے پر باندھ کے چھوڑا ہے قفس میں
کب چھوٹیں گے اس کی کوئی میعاد نہیں ہے

گل اس میں اسی طرح نئے روز کھلیں گے — یہ باغ جہاں گلشن شداد نہیں ہے
کچھ اور دے ساقی کہ نہیں ہوش ٹھکانے — کے جام پئے ہیں یہ مجھے یاد نہیں ہے
سر پھوڑ کے یاں سیکڑوں فرہاد مرے ہیں — بیگانگیٔ عشق کو کیا یاد نہیں ہے
اس طرح سے میں محو ہوں بے کچھ اپنی خودی میں — شاہد ہے خدا مجھ کو خدا یاد نہیں ہے
طے ہو کہ نہ ہو کعبہ و بت خانہ کا جھگڑا — منظور مجھے طاعت زہاد نہیں ہے

آزاد وہ آزاد ہو کس طرح جہاں سے
ہستی کے شکنجہ میں جو آزاد نہیں ہے

دیگر

تڑپتی ہیں جو دل میں یوں جیسے بجلی — یہ کس کی نگاہوں کی کرنیں ہیں پڑتی
صبا پیرہن میں بسائے ہوئے ہے — یہ کس گل کی بوئے وفا بھینی بھینی
یہ کس نازنیں کا ہے احساس دل میں — کہ رگ رگ میں اک لہر ٹھنڈک کی دوڑی
یہ کس کی مژہ برچھیاں بنکے دل میں — در آتی ہیں سیدھی نہ ٹیڑھی نہ ترچھی
یہ کس روئے روشن کی دلمیں چمک ہے — کہ ہیں ماند انوار قمری و شمسی
یہ کس لب کا عکس بہاریں ہے گل میں — نگہ جسپہ جم کر نہیں پھر سرکتی
یہ کس جان عالم پہ دل آگیا ہے — نہ تصویر بھی خواب میں جسکی دیکھی
بس اک نور ہے برق ہے صاعقہ ہے — بلندی طور اور نہ ایمن کی پستی
فلک ہو زمیں ہو نہ دونوں جہاں ہوں — بسائیں کہیں چل کے اب ایسی بستی
خیال اسکا ہو اور آزاد ہم ہوں — یہی ہے مآل حیات اور ہستی

دیگر

دل میں ہے اس دل کو اب وقفِ تمنا کیجیے
زخم ہائے دل پہ آخر کچھ تو احساں کیجیے

یک قلم سب چھوڑ دیجے ذکر و فکرِ ہست و نیست
ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم یادِ جاناں کیجیے

اس سے بہتر اور ہوگا کیا علاجِ دردِ دل
درد ہی کو کچھ بڑھا کے دل کا درماں کیجیے

آئینے کو رکھ کے آگے دیکھیے کیوں بار بار
کیوں حریفِ حسن ہو کر خود کو حیراں کیجیے

کچھ خبر ہے آپ کو اے حضرتِ پیرِ مغاں
آ گئی فصلِ بہاراں فکرِ زنداں کیجیے

آ گیا ہونٹوں پہ دم اور آپ آتے ہی رہے
آئیے بالیں پہ اور مشکل کو آساں کیجیے

ناطقہ سر در گریباں جب ہو عرضِ حال میں
کس عبارت میں بیاں پھر دردِ پنہاں کیجیے

آپ ہی فرمائیے کیونکر ہو ملنے کی سبیل
یا تو مہماں آپ ہوں یا مجھ کو مہماں کیجیے

قفلِ درِ زنداں کا بیڑی پاؤں کی سب ٹوٹ گئے
ٹھان لی وحشت نے جب عزمِ بیاباں کیجیے

فتنۂ خوابیدۂ محشر بھی جس سے جاگ جائے
اس نگاہِ ناز پر کیوں دل نہ قرباں کیجیے

ذرہ ذرہ میں نہاں ہو جب وہ یارِ نور بار
کس طرح سے پھر بیانِ حسنِ عریاں کیجیے

کثرت و وحدت نما میں پھنس گیا آزاد تو
کافرِ گمراہ کو کیوں کر مسلماں کیجیے

دیگر

زمیں سے تا فلک یا رب بپا کیسا یہ طوفاں ہے
سمجھ میں کیا کہیں آتا نہیں کچھ عقل حیراں ہے

فضائے پر سکوں تھے ہم نہ یہ ہوتا نہ ہم ہوتے
چمک کر بن گیا سورج ہمارا داغِ عصیاں ہے

چھپا ہے رازِ تبدیلی ہیولائے عناصر میں
تغیر کا تبدل کا ہر اک لحظہ میں امکاں ہے

فنا کو مان لیں کیونکر کہ یہ نقطِ فنا ہے یا
تخیل یا تصور کا یہ اک خوابِ پریشاں ہے

بہت مشکل نظر آتا ہے اس نورِ حقیقت کا
لپٹنا پرنیاں کا پردۂ آتش میں آساں ہے

اسی کی ذات نور آگیں سے روشن کائناتیں ہیں
وہی انساں جسے کہتے ہیں یہ دنیا میں مہماں ہے

تڑپتے سسکیاں بھرتے دم اپنا توڑتے ہیں یاں
سمجھ کر دل قدم دھرنا یہ راہ کوئے جاناں ہے

غزل آزاد اپنی کیوں نہ ہو گلدستہ عرفاں کا
رموزِ کثرت و وحدت کا پرتو یہ دیواں ہے

غزل

آمدِ فصلِ نوبہاری ہے
مے کشو وقتِ مے گساری ہے

دل و جاں کی مشام تازہ کیے
نکہتِ بادِ نوبہاری ہے

چھوٹے کیوں مرغزار کا دامن
سبزہ و گل کی رشتہ داری ہے

کیا کہیں نوبہار کی حالت
کیفیت اک چمن پہ طاری ہے

مست و بے خود ہیں جھومتی شاخیں
فیضِ آبِ رواں جو جاری ہے

دیکھئے جذبِ عشقِ بلبل سے
محویتِ گل کے رخ پہ طاری ہے

یاسمیں دیکھئے کہ ہے یک رنگ
ساری رنگینیوں سے نیاری ہے

چشمِ بلبل میں پھانس اپنی جو پائی
رگِ جانِ گل اضطراری ہے

داغِ لالہ ہے فردِ جرمِ عشق
صاف مجرم یہ اشتہاری ہے

۶۶

کون ہے وہ کہاں ہے اے آزاد
جس کی جاری یہ آبیاری ہے

تمام شد غزلیات اُردو

غزلیات فارسی

غزل

کجا تلاش کنم آں غزالِ رعنا را | ز دست باختہ داماں بادِ صحرا را
ز فرضِ ملتِ رندانہ است جاں دادن | بہ مصطبہ چو بیابیم یارِ ہمتا را
نہ راز دردِ نہانی خبر تو خواہی یافت | ز اہلِ عشق شنو قصہٴ زلیخا را
سرورِ مطلق و آرام جاودانی یافت | کسیکہ کرد فراموش یومِ فردا را
امین و خازنِ الماس لعل شد بجہاں | جز آبِ چشم نیارزد سنگِ خارا را
بہ ذرہ کہ سراپاش میتواں دیدن | بسانِ مہرِ درخشانست چشمِ بینا را
بعہدِ حضرتِ عثمان آصفِ ذیجاہ | جہاں بگرد فراموش عدلِ کسرے را

تو سعی بہر چہ آزاد می کنی بے سود
کہ کس نکرد بعالم شکارِ عنقا را

دیگر

لفظ و معنی نیست چوں از نہانِ خویش را | شرح دادن کے توانم داستانِ خویش را
راست گفتن راست نامد در مقامِ راستی | شد سزائے دار بنگر جاکیانِ خویش را
جستجوے ابلہانہ چرخ گرداں می کند | آستانِ یار دانم آستانِ خویش را
مہر گرداں در تلاشم از زمانِ خویشتن | داد گردش در دو عالم کاروانِ خویش را
برتر از وہم و خیالم دورم از فکرِ عمیق | بے نشانم چوں نمایم من نشانِ خویش را
راز دارِ خویش ہستم راز دانِ خویشتن | نام عنقا شد بعالم راز دانِ خویش را

چون بگویم چیست آن آزاد اندر حیرتم
آشنائی نیست پیدا امکانِ خویش را

دیگر

خبر نبود ز حال خود بخود دیوانهٔ خود را
چسان گویم چسان گوید بخود افسانهٔ خود را

ز نقش پرتو ذاتم بعالم کثرت آرائیست
بروی کعبهٔ عالم صندلِ بتخانهٔ خود را

سرت گردم فدا باشم که ساقی کرد از نازی
زهی من بارها کردم تهی خمخانهٔ خود را

ز نور ذات نوریم زمرد لعل و الماس اند
در میکدانه می دانم در میکدانهٔ خود را

ترنم ریز مستی هاست لبهای دلم ساقی
که در جنبش به آوردی لب پیمانهٔ خود را

خراب آباد دل آباد گردد چون درین عالم
که عشق از دستِ خود بهم چسان کاشانهٔ خود را

کجا آزاد می جوئی بعالم جانِ عالم را
بجانِ خویشتن بینی رخِ جانانهٔ خود را

دیگر

رنگِ سقر ربود دلِ داغدار ما
نار جحیم سوخت ز سوزِ شرار ما

در راهِ یار جسم غبارم نه شد هنوز
بادِ صبا رسان تو پیامم به یار ما

کفرانِ لطفِ خالق و بیکار فکرهاست
خلاقِ دو جهان چه کند فکرِ کار ما

واعظ به جامِ روی دل آرام دیده ام
ای بیخبر مپرس ز کیف و خمار ما

بر حاکمانِ دهر چرا منکشف نگشت
معنیِ عفو و رحمتِ پروردگار ما

ترکِ مئے مروق و گلگون چرا کنیم — یارب گذشتنی ست چو لیل و نهار ما

آزاد چون قرار بگیرد دلِ حزین
خالق بدست ما که نه داد اختیار ما

دیگر

جمال آرا شبستان گشت از ناز و ادا امشب — عجب لطفے پدید آورد انداز حیا امشب
در دلش آتشے افروخته رنگ حنا امشب — بهار سوختن گردید شمع بزم ما امشب
فدائے وعدۂ وصلش چه لذت ها همی دارد — طپاں کرد ست بر بالیں خیالِ نقش پا امشب
لب لعلین جانانم بسان آب حیوانست — نه سوزِ بے پناهِ دل بخواهد شد شفا امشب
نثار بے خودی بودن مرا شرط است تا محشر — ز دوشِ مهر تابانم برافگندی ردا امشب
بگیرد چون دماغِ من خراج از نافۂ آهو — گره بر بام بکشود دستِ جعدِ مشک سا امشب

مرد آزاد فرمود ست لطف بخت بیدارم
که کرد ست آن بتِ رعنا ادا شرط وفا امشب

دیگر

رحمتے بر نوع انساں بیں که یزداں کرده است — منتے از ما نخواهد گل بداماں کرده است
غرقه گشتم لو لوے شهوار رحمت یافتم — بهر غواصی ما دریائے عصیاں کرده است
کے بیاید مهر انور پیش انوارش فروغ — شمع را او محرم راز شبستاں کرده است
ناتش پنهان و دل سر و چراغاں گشته ام — ایں تطاول بیں که بر ناکام هجراں کرده است

داده چشم و ابروی او اذن قتل عام را — تیغ عریاں در کف بیباک مستاں کرده است
سیل اشک بے پناهم از گریباں در گذشت — دست در دامان وحشت طفل ناداں کرده است
گوهرم آزاد گشت از بندش چارهٔ شیخ
جوهر ذاتی تا رخ سوئے جاناں کرده است

دیگر

خوشا دکن که بقدر آصفش سلیمان است — ز نور رائے زرینش جهان درخشان است
سهی قد من و سرو سهی نه هم نسب اند — که از خرامش او حشر پا بدامان است
وفا بناز بجو اهم چو بست وعدهٔ وصل — ز وعده‌هائے دل آزار جان جانان است
برائے شغل مے ام منع میکند واعظ — رحیم ذات الٰهی است حکم قرآن است
ز حسن دست خالت آتش گماں بودے — بعید سبزهٔ نو رسته شاخ مرجان است
ز ذکر نار جحیم چه بیم اے واعظ — شکایت است که از روزگار هجران است
شبے که بے تو شبستان ما مباد سیاه — ندانم از چه ترا سرخ چشم فتان است
چه غم ز تاری زندان و چاه یوسف را — که شمع از نگه چشم پیر کنعان است
نگاه مرحمت شاد بالیقین آزاد
علاج قلب پریشان دردمندان است

دیگر

نگاه برق چشمک زن ز طرف کوهساران است — در میخانه وا هست و چمن وقف بهاران است

گل دل سازگار اند بزم عیش یاران است
بگردان جام مے ساقی کہ عید میگساران است

تنعم باش در عالم چو ابر و باد و باران است
شہ عثمان دین پرور کہ فخر تاجداران است

بدہ ساقی مئے گلگون مترس از بیخودی یکدم
تہی خمخانہ ہا کردن کمال بادہ خواران است

ریاحین بند عالم را ہزاران منت و احسان
نوائے بلبل شیدا ز طرف مرغزاران است

بحال بیخودی غارت گری کردن بہ میخانہ
بیک کف بردن صد زخم کار ہوشیاران است

ندارد سود مردان را بعالم ارض پیمائی
برون جستن ز کاخ چرخ کار شہسواران است

صدائے طبل فیروزی نوازد گوش یک عالم
کہ جز در ملک سلطانست این ملک بہاران است

ز ذات خویش آزادم بہ بند چشم ناشادم
بہ بندی خانہ بودن کے طریق ہشیاران است

چرا ارکان موجودات با آزادم سازند
اگر بزم جہان یکسر ز بزم رازداران است

دیگر

ز آتش ہجران دل وحشی ز بس تفتیدہ است
حلقۂ زنجیر پا چون موئے آتش دیدہ است

ساقیا از دور مے تسکین بدہ حال مرا
از جفائے دور گردون خاطرم رنجیدہ است

فضل خالق حامیش بادا بعالم شاہ ما
سالہا ماند کہ جرم عاصیان بخشیدہ است

نور می بارد ز ابر مکرمت اندر جہان
فیض سلطانم بعالم مہروش رخشیدہ است

فرط بذل شاہ بین گر جوشش زر پاشیش
ہم سپہر از اختران گوہر بدامان چیدہ است

این گرہ ہر سال یارب ہمچنین افزودہ باد
گوئیا گوہر بروئے تار زر غلطیدہ است

حشر بیداریست اے آزاد خوابش بردہ بہ
سرمہ در چشم حسینان فتنہ خوابیدہ است

سوزان بچرخ مهر ز نالی زآه کیست — واقف نه بهر ز دود سیاه کیست

برسد کسی ز ترک ستمگار شعله رو — آتش زدن بجرم من جانم گناه کیست

از بسکه سرمه گشت سراپای من چو طور — ظاهر نشد که شوخی برق نگاه کیست

رعنائیش نگر که دل یک جهان ربود — این کج نهاده طره طرف کلاه کیست

آسوده شد ز نکهت مشکین مشام جان — یارب نسیم می وزد از خوابگاه کیست

عالم شدست محو جمال صبیح یار — پرسش نشد بحشر که این دادخواه کیست

آمد بخواب و وعدهٔ فردا کند اگر
آزاد تو بپرس که این رسم و راه کیست

دیگر

فارغ از آلام گیتی این دل شیدا خوش است — چون به باغ حسن خوبی آن گل رعنا خوش است

مرد را صمصام می زیبد حمایل داشتن — در گلوی ماهرویان گوهر یکتا خوش است

ساقیا برخیز و ده جام مئی آتش قوام — وقت ابر و باد و باران گردش مینا خوش است

دیگران چون پسندد سیر باغ و بوستان — عشق کامل را هوای گردش صحرا خوش است

دور رنج و راحت آمد چون به دنیا بهر ما — دردمندان ازل را عالم فردا خوش است

باز با بازی کبوتر با کبوتر می پرد — از نگاه دست جانان نرگس شهلا خوش است

موج اشک از نار دل هر لحظه بازی میکند — از تب سوز جگر آن طفل بی پروا خوش است

چند نالم که لطف دوستان گفتست فاش
هر که آزاد است باید گفت او هر جا خوش است

غزل

جانم از سوز تپ فرقت جانانه بسوخت — آتشے داشت غم یار که کاشانه بسوخت
قسمتش سوخت پرش باز چه از رد به نظر — چون رخ شمع نخستین دل پروانه بسوخت
اے صبا با گل صنا زچه کردی در باغ — دل صد مرغ چمن لغزش مستانه بسوخت
خانه دل عجب آتش پنهان دارد — که هم از آتش کاشانهٔ خود خانه بسوخت
خاک گردید خود ز نیز نکر دست قرار — ساز کاشانهٔ کونین دلم تا نه بسوخت
کرد در پرتو وهمش چو خیال افسردن — داشت جبریل امین گوهر یکدانه بسوخت
طرفه خمخانهٔ قسام ازل بود آزاد
تندی باده به بینید که پیمانه بسوخت

دیگر

نگاه من که به سوئے نگاه یار من است — منم نثار نگاه و نگه نثار من است
از آن نفس که فرو می برم و می آرم — سرور نغمهٔ دلکش به مرغزار من است
کفیل زندگیم گشته است قبل وجود — خدائے قادر و بیچون که کردگار من است
که وا شود به قیامت ز فتنهٔ محشر — بسان نرگس خوابیده چشم یار من است
عیان بشد به تماشا ز هر طرف دیدم — شدست فاش بعالم که از آن من است
ز ذره ذره که گیتی و آسمان سازست — هرآنچه هست بعالم به اختیار من است
ندائے هاتف غیبی رسید در عالم — شدست نام علی آنکه ذوالفقار من است

هزار سال بماند ز فضل رب کریم　　جناب آصف سابع که شهریار من است

چرا نه شور قیامت بپا شود آزاد
روان به صحن چمن سرو گلعذار من است

غزل

بسکه رعنا گل من و ز گل رعنا بیش است　　هر گلے در چمنش ذوق تماشا بیش است

چوں به گنجد به نظر موسی عمران تو بگو　　نور نورے که ز انوار تجلے بیش است

از فلک سوئے جهاں رو بچه کار آرد　　فکر درمان خودش بهر مسیحا بیش است

سبک آییم ز اسباب گران بار هوس　　بتوان سوخت که خاشاک تمنا بیش است

بیدلان را چه غم زحمت فردائے حیات　　باد اگر مدعیاں را غم فردا بیش است

دور چرخ است که از فیض بیانت بروں　　ختم خواهد نه شدن دولت دنیا بیش است

پر و آباد بود مصطبه از فضل مغاں　　گردش جام به خمخانه صهبا بیش است

کمتر از بحر ندیدست به وسعت آزاد
پیش چشمان دلش قطرهٔ دریا بیش است

دیگر

زاں دهن غنچه که تعلیم حیا می گیرد　　نکهت از گلکدهٔ حسن صبا می گیرد

شب نگاریست که از زلف تو بسته دو صبح　　نور چهر است که دامان فضا می گیرد

تو که از نقش جهت کون و مکاں بیرونی　　آن چه سمت است که این قبله نما می گیرد

خوش حیاے که پس پردهٔ او اندوزد　　خوش ادائیست که دنبال حیا می گیرد
کثرت از پردهٔ وحدت همه آمد بوجود　　نقطهٔ جنبش چو کند دائره ها می گیرد
من که پابند بلی بوده ام از روز الست　　بے وفا باز ز من عهد وفا می گیرد
خوش خرامیش چه احشر نه برخیزاند　　هر دو عالم اثر از لغزش پا می گیرد

تابش ماه اگر پرتو مهرست آزاد
شمس از پردهٔ واللیل ضیا می گیرد

غزل

افشائے راز دائے دل رازدار کرد　　درد نهاں سینه را آشکار کرد
خندید یک زمان و فرو ریخت گل ز شاخ　　با جاں کند قضا که به گل نو بهار کرد
عمرم گذشت و گشت نه پیدا کنار وصل　　روز فراق را که تواند شمار کرد
بینم که تا کجا برد و رخش عمر من　　چرخم سوار ابلق لیل و نهار کرد
از دور چرخ نفع که اندوخت در جهاں　　بر نقطهٔ خیال تو باید مدار کرد
مارا خبر نداد ز نیک و بدی که رفت　　زاں زندگی خویش که خضر اختیار کرد
خوش بندهٔ که از دو جهانیم بے نیاز　　وابستگی زلف دو تار رستگار کرد
از رند باده خوار مپرسید حال کیف　　آں مدعی نزاع که با پرده دار کرد

منسوب بزم شاد شد آزاد بے نوا
ایں رحمتے برو ست که پروردگار کرد

غزل

نظر لطف چو سلطاں بہ غریباں دارد
فضل ایزد نظر لطف بہ سلطاں دارد

گوہر از بحر و زر از کان بدر آید تا چند
شاد ما دست گہر پاش چو نیساں دارد

آنچہ شاہانِ جہاں قسمتِ خود آوردند
آں ہمہ حضرتِ عثمان علیخاں دارد

زور بازو است کزاں رستم دستاں لرزد
پنجہ در پنجۂ بہرام نریماں دارد

ز ہمتش بیں کہ چناں ملک دکن شد امروز
بیش ازیں نیست اگر روضۂ رضواں دارد

بحر و بر زیر نگیں خالق عالم بنہاد
آصف امروز نگین مہر سلیماں دارد

عذر خواہے چو منے را نگذارد محروم
رحمت خویش پس پردۂ عصیاں دارد

بندۂ بارگہِ حضرت آصف جاہم
خار و خسیم کہ جائے بہ گلستاں دارد

کیست پرساں فن شعر بعالم آزاد
لطف شاد ست کہ امروز غزلخواں دارد

دیگر

ہجر یار ست کہ جسمم چو یکے تار بماند
پس کہ گوید کہ مرا حاجت زنار بماند

از پئے یار دراں منزل عرفاں بودم
بیضہ مو وش ایں گنبد دوار بماند

چشم و گوش و نفس و ہوش و ہواسم بستند
چشم عالم نگراں شد کہ کجا یار بماند

چشم بربستہ دو عالم ز فروغ حسنش
خوش بخوابیدہ مگر نرگس ہشیار بماند

بادنا شاد کزاں زلف رہائی جوید
خرم آنست کہ تا عمر گرفتار بماند

مے گساریم دریں دہر چناں چندیں بار — کز مئے لعل تہی خانۂ خمار بماند
شکرِ خالق کہ دریں دارِ فنا دلشادم — لطف رب است کی از دلِ غمخوار بماند

دامنش چشم بدارد کہ فتد باز ز لطف
عرضِ آزاد کہ در پیشیِ سرکار بماند

غزل

خوش است باغ و بہار و چمن مبارک باد — گل است لالہ و سرو و سمن مبارک باد
گذشت فصلِ خزان و رسید ابرِ بہار — نوید امن بہ اہلِ چمن مبارک باد
دماغ طبلۂ عطار شد خوشا یارم — وزید بوئے از آں پیرہن مبارک باد
جہاں ز فرطِ مسرت بخویشتن بالید — فزود عیش بہ چرخِ کہن مبارک باد
چو دید ماہِ مبین فلک بہ پہلویم — ز شرم گفت بتِ سیم تن مبارک باد
ازاں کہ بوئے شہوار حرزِ جہاں گردد — بہ تار سفتن درِ عدن مبارک باد

سخنوریست بہ عالم کہ نام شد آزاد
کلام تازہ بہ اہلِ سخن مبارک باد

دیگر

وا شد چو چشمِ یار دلم در خمار بود — گوئی پر از شور و نوائے ہزار بود
در کارگاہِ دہر کسے رہنما نشد — لیکن عنانِ طبع بدستِ قرار بود
جامے نیافتیم ز ساقی دریں جہاں . — از تشنگی جگر چو کتاں تار تار بود

از بحرِ قدس دور بہ بودیم قطرہ وار | تاب فراق بر دلِ ما ناگوار بود
درد فراقِ یار که اک عمر رفت حیف | ہر لحظہ بہ تار نفس در شمار بود
گسترده دامِ ماست که افتاده ایم ما | ما را که بسته است دگر اختیار بود
دیدِ لطیف بود که بودیم محوِ ذات | چشمے بخواب بسته و دل ہوشیار بود
پندار رفت و جلوهٔ ذاتم ظہور کرد | روح و جسم قرار یافت که در انتشار بود

آزاد تا بہ حشر بماند مزار ما
بیروں شدیم ز جسم و جہاں کو مزار بود

غزل

کامم ز بخت خفته بساماں نمی رسد | خوں شد جگر ز درد به درماں نمی رسد
من خاک پائے اہل جہاں گشته ام ولے | خود در ریم فنا نشده ناں نمی رسد
گشتیم سیر دامے ز جانِ عزیز ہم | لیکن چه چاره است که فرماں نمی رسد
ہر کس گرفت آه گریبانِ من ولے | دستِ کسے بہ جانبِ داماں نمی رسد

آزاد صبر کن که دریں راه مزدِ کار
تا برده رنج مطلبِ انساں نمی رسد

دیگر

چناں در صحنِ باغِ ما گلِ حمرا و نسریں شد | که از عکسِ جہاں تابش فضائے چرخ رنگیں شد
ہزاراں منت و احساں چمن آرائے عالم را | که از گلہائے رنگارنگ پر دامانِ گلچیں شد

ز رشحات کرمهایش خیابان گشت سرسبزم ز الطاف فراوانش به بزمم رنگ تزیین شد
نگار نوبهار نو که یار نو به پهلویش خوشا انوار افشانش خجل زو عقد پروین شد
نوشت آزاد نظمے خوش خوانده او به بزمے خوش
ملک هم آفرین گفتند چندان شور تحسین شد

غزل

سوز پنهان خاک جان بهر نظر پیدا کند چون نخواهد دیدنت کحل البصر پیدا کند
از جدائی هاست تابان رنگ اشک یاد یار قطره نیسان ز مهر آب گهر پیدا کند
زندگی بخش دو عالم خوش فضائے مرحمت در هوایش مرغ شاهین بال و پر پیدا کند
تخم می کارد مهرش چون نگاهے عاشقے باغ قلب یار نخل بارور پیدا کند
نقطه داند چون نظر این وسعت کونین را بحر بے پایان رحمت چشم تر پیدا کند
فرحت صبح وطن تفسیر شام غربت است پرده واللیل چون نور سحر پیدا کند
کے وفاے مهوشان برمید هر عشاق را کے زمین شور برگ و گل ثمر پیدا کند
تا نگردد مست دیده از نگاه مست یار تاب حسن ماه رویان نامه بر پیدا کند
چون نگردد ذوق من آزاد ذوق یار ما
صورت ذوق سراپا گر اثر پیدا کند

دیگر

بهشت آنجا که آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

خیابان شد دلم از چشم ساقی — چه پروا ایم چو گلزارے نباشد
برهمن شد اسیر کاکل یار — بگرد سینه زنارے نباشد
منجم گو چه باید کرد این جا — بمعشوقے که غمخوارے نباشد
چه لطف زیست باشد گر درین دهر — شریک زندگی یارے نباشد
مه تو دست خود در دست انسان — بزیر آستین مارے نباشد

چرا ترکم کند آزاد وحشت
به جیب و دامنم تارے نباشد

غزل

ز دست مشعله آرا صلا مبارک باد — به مے کشان سبوکش ندا مبارک باد
رسید سوئے ملائک ز نفس گرم سم باد — بچشم باطنیان طوطیا مبارک باد
ز رمز بلبل شیدا چمن چمن شد دل — سرود بلبل شیرین نوا مبارک باد
برآمد سرو سهی با کمال رعنائی — سهی قدان سیه چشم را مبارک باد
چرا نشود نه دلم نذر جامه زیبی او — بدوش آن گل رعنا ردا مبارک باد
سحر چو گل بشگفت از هوائے مشک فشان — فرست ز سوئے فطرت بها مبارک باد
نوید آمده سوئے زمین ز چرخ آزاد — زمین فرست به افلاک ها مبارک باد

دیگر

چه سود می دهد آخر کسے که زر دارد — دل از متاع دو عالم خوش آن که بردارد

ز جذب و صدق حقیقی همی رسد به مرام — کسیکه ذوق و تمنائے تیز تر دارد
بسان برق طپانست لحظه روشن — حباب عمر روان قصه مختصر دارد
حصول تاج شهی راه پر خطر بودست — زند نه گام براهش کسیکه سر دارد
ز رنج و درد جدائی همی دهد خبرے — ببین به لاله که داغ سیاه تر دارد
فدائے بادهٔ انگور آسمان سیرم — چو مرغ فکر به پرواز بال و پر دارد
بسان آتش خوابیده در جگر باشد — نهال عشق تپان آتشین ثمر دارد
غریق لجهٔ آلام یا خسته نشوم — که فکر رزق جهان صبح رب سفر دارد

وجود صاحب فیض است کیمیا آزاد
که فیض جود به عالم بسے اثر دارد

غزل

نگاه ناز رقیبان چو شرمسار آمد — نوید امن به افگار هجر یار آمد
بسیل گریه خزین نگاه چشم جنون — بدشت وحشت عشقم عجب بهار آمد
چه نشئه زمرد زانست است ز الست — بشکل رنگیم صورت خمار آمد
شمیم نافه ز زلف نگار رسید انم — صبائے کوچهٔ جانان سوئے تتار آمد
دو چند نغمهٔ عشرت بتار ساز زمان — که جشن سال نوشاه کامگار آمد
جهان ز فرط مسرت چمن چمن بالید — نوید سالگره صورت بهار آمد
برائے صحت سلطان زنند بهم جام — صدائے عام به یاران میگسار آمد
وفائے عهد به نیکو نه شد دم آخر — گذشت تا نفس بر سرم چو یار آمد

فلک به تلنگ شمس و قمر چه دید آزاد
اگر نشد به تماشای جشن کار آمد

غزل

چه جمالی که از او نور خرد سوخته بود — ز تماشای دگر دیدهٔ دل دوخته بود
حسن یکتاش که همتا نگذارد عالم — دلبری باز چه گویم ز که آموخته بود
شعشعهٔ نور بپیوست به گل در گلشن — شعلهٔ حسن به گلزار بر افروخته بود
شعلهٔ شمع چه شد گر پر پروانه بسوخت — دل پروانه پس پرده پر سوخته بود
خاکم از جور تطاول شده برباد ولی — ز رقیبان ستم کیش لبش دوخته بود
خون دل دیدهٔ خونبار بیک لحظه بریخت — گر دفینهٔ دل مغرور که اندوخته بود

ز آتش درد جهان سوخت که یک ذره نماند
دل آزاد به یک عشوه که بفروخته بود

دیگر

خاک ره گشتم و چندین در حباتم کردند — پخته در راه وفا پای ثباتم کردند
منظر جام جهان زهر هلاهل بود است — می گساران لب پس آب حیاتم کردند
سه صفات اند به مجهول عناصر ساری — گر ز اعمال و کشش بندش ذاتم کردند
موج امواج روان بحر دلم می دارد — به دو اسمات روان این حرکاتم کردند
از نتایج که ز اعمال پدیدار شوند — ترک فکر است کز آن راه نجاتم کردند

کشش ازلی اعمال بصد سال نشست — باز در صبح ازل تازه براتم کردند
از ازل تا به ابد صبح و مسا می گردد — پس بدین گونه بصد سال بجامم کردند
سرخوشی بخش شود بهر حریفان آزاد
آن مئے تند که از قند و نباتم کردند

غزل

دل بعالم دگر نمی آید — کارم از دهر بر نمی آید
من ببوی کسے چه نگرم باز — برگ گل از حجر نمی آید
همتم با هزار آبله ها — طالب نیشتر نمی آید
شیر میرد بحال گرسنگی — زیر پالان مگر نمی آید
فارغ از دو جهان تو شو بجهان — در قفس بال و پر نمی آید
آب توفیق در ازل چو نیافت — زان درختے ثمر نمی آید
کجروی کار مقبلان باشد — بر سر ره گذر نمی آید
وائے بر حال زندگان آزاد
هیچ با ما خبر نمی آید

دیگر

دل نثار ابرو خمدار شد — بودنی بود آنچه آخر کار شد
چون ز خوئے یار واقف کار شد — سرد بنگر التهاب نار شد

عارف کامل نه گفت و حیرت است — باده نوشی واقف اسرار شد
هر که دید اندر جمال از بیخودی — محو حسن یار گشت و یار شد
حسن یوسف آب و رود در مصر ریخت — چون زلیخا بر سر بازار شد
چشم وا کردم سوی دور فلک — ذات من یک نقطهٔ پرکار شد
در ضمیر آسمان گفته گر ایست — راست رو کی چرخ کج رفتار شد
در جهان من ستم از روز ازل — پر تهی خمخانه با صد بار شد
در ره امید نومیدی نگر — روز محشر وعدهٔ دیدار شد

فارغ از افکار شد آزاد چون
دستگیرش رحمت ستار شد

غزل

هلال ماه رجب بر فلک هویدا شد — کلید میکده گم گشته بود پیدا شد
بساط انجم رخشنده آسمان گسترد — به بزمگاه فلک ماه انجم آرا شد
رسید ابر بهاران بر اوج میخانه — هجوم تازهٔ رندان باده پیما شد
صدای تهنیت از چرخ چنبرین بگذشت — که کارساز جهان باز لطف فرما شد
به پیش حضرت سلطان به جشن سالگره — سرور باربدی نغمهٔ نکیسا شد
بهم شدند پی آب تازه ضیغم و بز — که دور حضرت عثمان دور کسری شد
هزار سالگره همچنین مبارک باد — به پیشگاه شهی ملک عرض پیرا شد
رسید شور مسرت به آسمان آزاد — ملال و رنج و تعب در جهان عنقا شد

غزل

سرہا درین تخیل بر آسمان تواں زد — شد بے نشان چو چیزے چوں بر نشان تواں زد
عیب و ثواب مستی دیدن بہ رہ نشاید — در بوستان ہستی چوں آشیان تواں زد
درہمین مرغزارے چنگ و رباب بربط — جام مئے مروق با دوستان تواں زد
ور شاہ راہ الفت رہ دل زنند دو ابرو — با زلف عنبرینش صد کاروان تواں زد
نتواں زدن بہ تیلیے نتواں زدن بجانے — آتش کہ در حریر و در پرنیان تواں زد
چوں چارہ آخشیم رخت فرتیج بند — بر پشت چرخ ابلق بر گستوان تواں زد
جامے زدن بہ خامان طبعم نمی گراید — رطل گران صہبا با میکشان تواں زد

لطف خدائے برتر آزاد ضامنم شد
اکنوں نوائے فضلم بر آسمان تواں زد

دیگر

بہ صحن میکدہ باز ابر نوبہار رسید — قرار در دل زندان بے قرار رسید
رسید لالہ و نسرین و یاسمین و چنار — گل بنفشہ و صد برگ کو کنار رسید
زدند نعرۂ مستانہ بلبلان چمن — ز فیض آب و ہوا گل بہ شاخسار رسید
چہ صنعتے کہ ز بذل عمیم صورت یافت — بہ نخل ہائے خزان دیدہ برگ و بار رسید
نہاد بر سر شاخ کلاہ کج گل سرخ — بہ بزم گاہ چمن با صد افتخار رسید
ز صوت بلبل شیریں نوا بہ کنج چمن — صدائے نغمہ بہ مرغان مرغزار رسید

هزار نغمه شیوین سرود مطرب راز — چو آبشار به دامان کوهسار رسید
ز بوے دوست سحر دم نسیم مشک افشاند — پیام یار ز یارے بسوے یار رسید
رسید شبنم و زیں بدیہ در گلشن — خجل به برگ چو اشکے که شرمسار رسید
ز دست سکه سلطاں به قرص مهر و ماه — ز فضل خالق کونین چو بہار رسید

مبارک است که از دست میرسد آزاد
رسید آنچه که از یار شکر یار رسید

غزل

برائے سالگرہ مبارک خداوندی جہان پناہی مدظله العالی حسب اعلان اخبار رہبر دکن

خجسته دم که دم فرح و شادمانی بود — به بزم در رسے عیش و کامرانی بود
بهار سرو چراغاں و خنده گل و شمع — چنانچه صحن چمن کشت زعفرانی بود
چمن ز لاله احمر بساط آتش گوں — سمن ز زیر تو گل جام ارغوانی بود
نسیم مشک فشاں می وزید از هر سو — به بزمگاه چمن وقت گل فشانی بود
در آں میانه ز ساز قدر به گوشم خورد — ندائے ملهم غیبی که آسمانی بود
قبول باد شها هدیه مبارک باد — نوید سالگره پر ز شادمانی بود

نگاه کرد چوں آزاد دید بهر حضور
بسے ز سلک گہر ہائے کامرانی بود

غزل

چه گوهرست که گوهر چو گوهری میکرد — به صد عدن در یکدانه همسری می کرد
مراست پرتو نور ازل به گوشهٔ دل — ز نور مهر که دعوای برتری می کرد
بود ز شعشعهٔ زیب تابشش کونین — ازاں جمال نخستین که دلبری می کرد
بیافت گوهر یکدانه طبع غواصم — به بحر نشهٔ عشقش شناوری می کرد
شدست در دل عالم چو سیمیا پنهان — همان که روز ازل کیمیاگری می کرد
که گویدش که خطائیست لغزش پایم — ز دیم گام براهی که رهبری می کرد

کشید سوی جهان جذب عنصری آزاد
فسون به کرد که چون سحر سامری میکرد

دیگر

چون نشهٔ و سرمستی باشد به شراب اندر — او در من و من در وی چون بو بگلاب اندر
من طرفه معمایم چیزم که نه بیند کس — چون کیف سر در افزا پنهان بشراب اندر
از شوخی ارمانم آن گل به عتاب آمد — پوشیده چسان ماند رخش به نقاب اندر
از ترک عمل اینجا زندان جهان رستند — از زهد درین عالم زاهد به عذاب اندر
یک قطره به پیش من بحرین جهان گشتند — دریای معاصی شد موجی به شباب اندر
از نغمه بود مضطرب آتش به دل و جانم — یک سوز عیان بینم پنهان به رباب اندر

آزاد که داند کس کونین بچشم تو
یک ذره چو در عالم باشد به حساب اندر

غزل

آں گل رعنا کہ سرتاج بتاں پندارمش
دشمن جان ست و من آرام جاں پندارمش

دوش دیدم برق خاطف بر نشیمن می طپید
بیخودی بنگر کہ من باز آشیاں پندارمش

چون گویم یا مجوف چرخ گویم یا فلک
لامکانے گویمش یا آسماں پندارمش

یا سپہر نیلگوں یا گنبد خضراست ایں
ابروان ماہرویاں یا کماں پندارمش

ماہ مہر و نور گویم یا بگویم رشک گل
حور گویم یا پری یا جانِ جاں پندارمش

گشتہ گشتہ ام آزاد من چنداں لطیف
نور انوار ست اگر رنگ دخاں پندارمش

دیگر

نشانِ خویش چہ جویم بہ آشیانۂ خویش
درونِ خویشم و بیروں ز کارخانۂ خویش

سروردایم و بیدار و قایمم بالذات
نظر بہ خویش چو کردم منم یگانۂ خویش

بروں ز نور نگاہست زاں مداد النور
بہ ذرہ ذرہ نقشم کردہ ام فسانۂ خویش

نیاز خواہ کسے شد نہ بے نیازی ما
نشستہ ام بہ گدائی بہ آستانۂ خویش

چو حال و ماضی و مستقبل است نقطۂ فرض
چگونہ باز بگویم من از زمانۂ خویش

حضور دہست یگانہ ہم چو از شبانگاہم
کنم صبوح ز دردِ مے شبانۂ خویش

بہ خاکِ ہند در آید ز خاک نیشاپور
اگر بہ گوش نظیری دہم ترانۂ خویش

تعینات ہمہ پرتو من اند آزاد
متاع دور عمل جوئے ز خزانۂ خویش

غزل

تن غبارِ رهِ طنازیِ خوبان کردم | جانِ شیرین گردِ عشوهٔ جانان کردم
جز بعنابِ لبش دفعِ مرض دشوار است | سعیِ بیحد به علاجِ تبِ هجران کردم
بخیهٔ چاکِ جگر از رشته و سوزن نشود | به امیدِ نگهی خدمتِ خوبان کردم
سینه کوبیدم و گریان شدم و جان دادم | آنچه کردم بجهان از پیِ جانان کردم
عرصهٔ ارض و سما وسعتِ دامانِ من است | شکوه با من نه ز کوتاهیِ دامان کردم
کشش بنمود در پیرِ مغانم بجهان | سالها پیروی و خدمتِ رندان کردم
از سکر وحیِ تجرید به بند افتادم | من چرا گوش به حرفِ زنِ نادان کردم
خلشِ تیرِ نگه لذتِ بی‌پایان داشت | گوهرِ اشک نثارِ سرِ مژگان کردم

پیشِ همت چه بود کلفتِ دنیا آزاد
مشکلاتِ دو جهان را همه آسان کردم

دیگر

تضادِ معنیِ رازم بگو چه پندارم | عیان چو مهرِ منور درین شبِ تارم
نسیمِ عطرفشانم وزان ز طرفِ بهشت | گلم ز خلدِ برین بوی مشکِ تاتارم
خبر نیافت کس از رازهای پنهانم | عیان و باز نهان همچو چرخِ زنگارم
به تیغِ نازکشی وعده بود با من و تو | ز نارِ هجر بسوزی نبود اقرارم
چه سود شکوهٔ بیجا ز جانِ جانان است | دلم ربود به نازی که بود دلدارم

به تنگ آمده ام از جهانِ زار و الیم — تو قعات نجات از خدا همی دارم
به یاد دستِ نگارینِ مهوشے آزاد
چه حالتست طرب زا که مست هشیارم

غزل

گره من چون از آن کاکل کشودم — نقاب از چهرهٔ سنبل کشودم
دلِ صد چاک خود گل پیشم آورد — دلِ بلبل چو پیشِ گل کشودم
ز فرطِ بیخودی افتاد ساقی — چو راز بستهٔ هائے مُل کشودم
نه فهمیدم پس رازش کدام ست — معمهٔ هائے فطرت کل کشودم
کلیم آسا نماند هوش آزاد
چو اوراقِ کتابِ گل کشودم

دیگر

به رهگذار جسد صورت سراب نیم — به بحر کون و مکان نقش روئے آب نیم
نشیمن است به آبم بسان نیلوفر — به آب زادم و از خانمان آب نیم
اگر تو چشم بداری حقیقتم بنگر — چو آب صافیم آلودهٔ تراب نیم
بصورتم منگر ساتگین بده ساقی — ترا که گفت که آلودهٔ شراب نیم
مپرس مذهبم و گوش کن تو اے زاهد — ز فکر روز جزا وقفِ اضطراب نیم
نه باد و آتش و خاکم نه آب اے آزاد — نه نکهتم ز گل و نور آفتاب نیم

غزل

در جیب و گریبان یکے تار ندارم — من تاب گران باری زنار ندارم
وابستۂ دامان بتقاضات من آید — خوفے دگر از گنبد دوار ندارم
کونین مرا یار شد از لطف صمیمش — خلشے بدل از شکوۂ اغیار ندارم
زان آتش سیال کہ روشنگر جانست — گر دست دہد طاقت انکار ندارم
آسان کند مرگ مرا برّش شمشیر — چون پیش نظر ابروئے خمدار ندارم
مرہون تب ریگ بود آبلہ پائی — من منت یکسوے سر خار ندارم
من درد شدم دار شدم دل شدم و یار — دردے بدل از یار سر دار ندارم
از اہل جہاں رابطہ بشکستہ نشستم — جز لطف کریمانہ آں یار ندارم

ہم سایۂ معمار ازل بودہ ام آزاد
زاں واسطہ با سایۂ دیوار ندارم

دیگر

وز بند شبے کہ بستہ شدم یاد می کنم — وز عہد بستہ نالہ و فریاد می کنم
زیب کمر چو خنجر فولاد می شود — از لالہ زار قتل گہش یاد می کنم
در دیر و کعبہ در طلب پیر میکدہ — با صد خلوص طاعت زہاد می کنم
من در بہار باغ جہاں فنا نشاں — یاد از بہار گلشن شداد می کنم
شیریں بگفت لعل دلم شد فسان یار — من چارہ کار تیشہ فرہاد می کنم

نقشے ز بوئے زلف معنبر اگر کشد — دل نذرِ کلکِ مانی و بہزاد می کنم
کون و مکاں بہ قیدِ دلم از ازل بہ بند — اکنوں ز بندِ خویشتن آزاد می کنم
من رکنِ بزم شاد شدم از نگاہِ فیض — جاں نذرِ لطف و رحمتِ استاد می کنم
باغ ز جورِ بانیِ بیداد طرح یافت — ویرانۂ دل است کہ آباد می کنم
بادِ خزاں بہ موسمِ گل شد جگر گداز — خود را بخود حوالۂ صیاد می کنم
از آتشش چو کورۂ حداد سینہ شد — دل آہن است پارۂ فولاد می کنم
بہتر نشد ز زخمِ نگاہِ خدنگِ یار — شکرانہ بجراحتِ فصاد می کنم

آزاد یک زمانہ دعاگوئے ذاتِ اوست
من ہم دعائے خیر پئے شاد می کنم

غزل

ترکِ سوداش محال آمدہ تا سر دارم — دل کہ خو کردۂ عشق است چساں بر دارم
جز سرِ کوئے تو دارم نہ خیالے در سر — کہ دماغ از سرِ زلفِ تو معنبر دارم
دل ہمہ سوخت و لے شعلہ نہ انگیخت نہ دود — آتشے خفتہ دریں خانہ مقرر دارم
چہ لبانے کہ لبانم ز حلاوت چشیند — آرزوئے شکر از قند مکرر دارم
جز فنائے رخِ او چوں نرود سوئے کسے — دلِ خوں گشتۂ خود را چو مسخر دارم
فارغ از راحت و آلامِ جہاں در عشقم — ہیچ یکموئے ندارم چو کشد بر دارم

باکم از سیلِ حوادث نبود اے آزاد
کار در دہر نہ جز بادہ و ساغر دارم

غزل

گوہرم ساز جہاں از گوہر گوہر کنم
آتش و باد و سپہر و برق و بحر و بر کنم

چو شم از نور حقیقت چوں بوسعت گاہ حشر
مہر عالمتاب را یک مشت خاکستر کنم

خضر را آب بقا را نوش کرد از دو جہاں
آب حیواں گر بیابم نذر اسکندر کنم

بہر ما آزار گردد فکر ما در کار ما
کارساز خویش را در کار خود رہبر کنم

نیست از ما ہیچ نسبت تودہ ہائے خاک را
حیف باشد گر نظر بر گردش اختر کنم

بے درم من آنچناں اندر رباط دو جہاں
در فضائے فہم و دانش عقل را ششدر کنم

بے دماغ از کار دنیا گشتہ میخواہم کہ باز
تر دماغ خویش را از بادۂ احمر کنم

از قضا بشکستہ شد ابریق صہبائے جگر
از دل صد پارہ میخواہم کہ یکساغر کنم

آب ردئے آب حیواں میکدہ از من سرشت
تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم

من بہ ذات خویش اے آزاد دارم گوہرے
در جہاں محشر بپا از جنبش گوہر کنم

دیگر

چوں بوئے گل نہاں بہ گل و ہم گل آں منم
بنگر کہ فاش گشتم و راز نہاں منم

ابر و اثیر و برق شدم در فضائے خود
آتش و باد و بحر و بر و آسماں منم

بوے وفا ہے عاشق دلدادہ از مست
رنگ گل عذار رخ مہوشاں منم

اندر نظام شمس عیانم بنام نور
سالار کارواں شدہ خود کارواں منم

چون می برم و آورم این کارگاه را — رازیست فاش گشته و بی رازدان منم
پیوست روز حشر به محلول عنصرم — با این نشانِ عنصریت بی نشان منم
صبح ازل بود که بود خوابگاهِ حشر — دارندهٔ توازنِ صد آشیان منم
چون من محاط گشتم و گشتم محیطِ کل — بیرون ز فهم و عقل و ذکا و گمان منم
گل گفت در چمن که بهارم به بزمِ خویش — پوشیده روئے خویش بنامِ خزان منم

آزاد نورِ ذات برون است از بیان
دائم اگر لطیف چو رنگ و دخان منم

غزل

کارِ بے صرفه که گوید دلِ دیوانه کنم — خالی از خار و خسک دامنِ ویرانه کنم
فارغ از مستیٔ صهبائے طرب زائے وجود — باز در بزمِ طرب رغبتِ صهبا نه کنم
نورِ کیفیت چه گویم که نه آید به بیاں — از نهائے که هویداست چه افسانه کنم
آنچناں واصلِ اصلم که بود قطره به بحر — جاذبِ گوهرِ خود گوهرِ یک دانه کنم
هیچ دم ساخت چناں کارِ دنیا بگذشت — نظر از چشمِ تو چوں جانبِ پیمانه کنم
باش تا صبح که این خنده نخواهد بودن — شعلهٔ شمع ترا همدمِ پروانه کنم
اختیارے که بود ترکِ تو خواهی کردن — معنیٔ جبر چه گویم به تو دیوانه کنم

سوزد آزاد چناں تخمِ بصیرت که دگر
چشم از بهرِ تماشائے جهاں وا نه کنم

غزل

ساقی ز جام بادۂ احمر خراب کن — پاے جہاں قرار گیر دشتاب کن
سوئیم رواں ز میکدہ موج شراب کن — ساقی نگاہ لطف بہ چشم پُر آب کن
ساقی بدہ تو جام دمادم کہ وقت نیست — مقسوم ما حوالہ روز حساب کن
بیروں شو از لطیفہ و کثیف فنا پذیر — وز بندشات عالم فانی حجاب کن
کونین قصر بادیہ چشم خیال گیر — دور جہاں شمار ز عمر حباب کن
تاب فروغ حسن گزیند چساں نگاہ — در قلب بے نقاب رخ آفتاب کن
چشمے بہ حال زار من خستہ و حزیں — وقتے رسید بر سر ما دل کباب کن

آزادم از عمل کہ مکافات می خرد
دردم ز رہگذار عذاب و ثواب کن

دیگر

ہمت رندانہ خواہد طبع خوگر داشتن — حیف در ابر و بہاراں چشم ساغر داشتن
نازِ معشوقانہ باشد تیغ بر سر داشتن — کار عاشق کے بود از مرگ سر بر داشتن
عشق می خواہد کہ دارد نوک خنجر در جگر — مجمر دل می پسندد سوز اخگر داشتن
باغ با غم دل بگردد لالہ زارم سینہ ساخت — یاد روئے لالہ گون و چشم احمر داشتن
تکیہ بر دنیا زدن کار خردمندانہ نیست — ہمت مرداں بود از فکر سر بر داشتن
خضر باشد بے وفا شرط وفائے قسمت است — مرد را باید مگر عزم سکندر داشتن

من چہ اے آزاد باشم گرد کارِ خویشتن
کارِ خود را فرض دانم بیش داور داشتن

غزل

خوشتر از فکرِ مے و جام چہ خواہد بودن | کس ندانست کہ انجام چہ خواہد بودن
فرض کردم کہ رہِ عشق غلط می ورزم | چارۂ این غلط العام چہ خواہد بودن
با اسیرانِ محبت نہ سزد عیاری | زلف دامست گرِ دام چہ خواہد بودن
فرقت ماہ و شبے روز سیاہم بنمود | صبح این ست بگو شام چہ خواہد بودن
بوسۂ سنگ سیہ بوس لبش را نرسد | قیمت جامۂ احرام چہ خواہد بودن
بجز آن درد کہ تا حشر بماند در دل | آرزوے منِ ناکام چہ خواہد بودن

حافظم گفت کہ آزاد بہ گلزار جہاں
خوشتر از فکرِ مے و جام چہ خواہد بودن

دیگر

در شب تار فراق در روزِ ہجراں زیستن | زیستن باید و لے در یادِ جاناں زیستن
چوں زمینِ منتِ بادِ خزاں نشنویم ما | از خزاں شد عشرت افزا در بہاراں زیستن
جانِ جانِ ما بود آں خفتگانِ زیرِ خاک | زندگی باشد مگر در یادِ یاراں زیستن
خانۂ دل تار بودہ بقعۂ انوار ساخت | در خیالِ روے او سر در گریباں زیستن
تر نہ سازد ابر و باراں دامنِ برقِ طپاں | حاصل آمد شمع را در بادِ طوفاں زیستن

قلبِ جاں قصریست نوریں از برائے اعتکاف مثلِ گوہر در صدف گردید آساں زیستن

از بلاہائے جہاں آزاد شرطِ زندگیست

ہمچو برقِ خندہ زن با ابرِ غرّاں زیستن

غزل

خواستم من شرح کردن داستانِ آرزو — رو بگردانید از من رازدانِ آرزو

گوہرے ہمسر نبارد ابرِ نیساں از فلک — جوہرے مثلش نیارد بازکانِ آرزو

گشت مہرش در دو عالم عاشقاں را سلسبیل — کرد حسنش یک جہاں را مہمانِ آرزو

می جہد از جا چو آبِ بحر سوئے ماہتاب — می وزد بر چرخِ اخضر بادبانِ آرزو

ابلقِ طبع و تفکر می دود بہرِ حصول — اسپِ ہمت عاجز آید زیرِ رانِ آرزو

تشنہ کامِ آرزو سیراب خاطر کے شود — کے خورد کس در جہاں نعمائے خوانِ آرزو

بستہ عہدِ وفا گر دید یارم در ازل — شد زمینِ آرزو دیدم آسمانِ آرزو

گرچہ اے آزاد باشد بستۂ امید و بیم

سایۂ بر قلب دارد سائبانِ آرزو

دیگر

دل پئے دولتِ دنیا تو مدار آلودہ — بیش گردد نہ مقدر بہ ہزار آلودہ

طرفہ مارست کہ یک شمہ رگِ کاہ نسوخت — تارِ انفاس بہ جاں بستہ شرار آلودہ

رنگ جاوید بہ تبدیلیٔ حال ست فنا — دہر باغیست بہ الوانِ بہار آلودہ

پیشم امروز برافگنده نقاب آمده است — لب چون لعل به سرخی عقار آلوده

رو بصحرا بنهادم به تماشاے جمال — خونِ پا بر خستہ و دامن خار آلوده

زلف بگشود لبِ بام چو آن جانِ جهان — می وزد بادِ صبا مشک تتار آلوده

چشم بر بست نہ از روزِ ازل اے آزاد
دیدۂ نرگسِ شہلا ز خمار آلوده

غزل

بہ دل چہ جوئی بیا قلبِ اضطراب زده — درونِ تست مہِ چار دہ نقاب زده

خبر ز نورِ مدامِ دلم دہد بہ جہاں — ز جدولے کہ بچرخ است آفتاب زده

بہ مل کہ رنجِ جہاں یک نفس نمی ماند — بیار جام نگارین مے گلاب زده

گرہ کشائے حقائق چناں شدم بجہاں — کہ جبرئیلِ امیں دست در رکاب زده

شبے بمیکدہ زاہد رسید رقص کناں — ز دستِ مغبچگاں جام بے حساب زده

عذارِ ساقیِ نسرین فام را بنگر — کہ آبِ شرم بر خسار ماہتاب زده

چہ گرمی کہ ز جاں ہا نمی رود تا مرگ — چہ آتشے کہ بجانِ جہاں شباب زده

برائے مستیِ رنداں اگرچہ حاجت نیست — نگاہِ بادہ فروش است نیم خواب زده

کسے مباد کہ بیند بسوئے من آزاد
اگر بہ حالِ خرابِ من شراب زده

غزل

برائے خویش چه سود است گر توان بری
توان وری چو توان بهر بیکسان داری

تو کار خویش رها کن اگر خدا خواهی
به کار اہل جہاں کوش گر جہاں داری

به عقل خضر بخندم که راه گم کرد است
دلا تو فکر مکن عمر جاوداں داری

تو راه کار کشادی به اہل بر دشمن
ز سختی که روا بهر دوستاں داری

چو ذره ایست جہاں در نگاه حق بینم
ز جلوه که بجان من آں نہاں داری

درون دائرهٔ آشیاں و بیرونی
بروں ز کون و مکاں سقف آشیاں داری

به منزلے که به پیش است هیچ باک مدار
براه نقش کف پائے رہرواں داری

چه قصه ہائے لطیف اند ز آسماں آزاد
به من نمائے تو گر ز آسماں نشاں داری

دیگر

به رهگذار مزارم چو بر مزار شدی
طلسم عشق بدیدی که اشکبار شدی

ز تنگنائے بطون یافت نور عرصهٔ دل
به رهگذار خیالم چو جلوه بار شدی

خفائے پردهٔ نوریں شدست نور خفی
بروں پرده چمیدی و پرده دار شدی

به ذره ذره تواں دید حسن جاناں را
نہاں به کثرت و در وحدت آشکار شدی

١٠٢

چو شعشعهٔ بدلم یافت جا ز نور نگار به زیب خون دلم شمع نور بار شدی
بیا بیاد فسرده آ به گلشن دل ما روان چو سرو سر آب جویبار شدی

عذاب قبر نه خواهی تو یافت ای آزاد
هزار شکر ز رندان باده خوار شدی

مخمسات بر غزلیات حافظ شیراز

خمسهٔ اول

همه مسجود خلایق شده زر می بینم — شکل خونین دلم از دیدهٔ تر می بینم
پر ز آشوب جهاں شام و سحر می بینم — ایں چه شوریست که در دورِ قمر می بینم
همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم

هر که ز ایام طلب کرد بهی شد ناکام — کرد امداد نه ایں چرخ زبوں نیلی فام
طرفه ایں است دریں دهر که دل بسته مدام — هر کسے روز بهی می طلبد از ایام
مشکل ایں است که هر روز بتر می بینم

آں یکے کز پئے توتے به لبش سوگند ست — وز پئے نانِ جویں جان یکے در بند ست
کس نه دانست که ایں دور فلک تا چند ست — ابلهاں را همه شربت ز گلاب و قند ست
قوت دانا همه از خونِ جگر می بینم

طرفه حالاتِ جهاں است که دارد دوراں — چشمِ بینا شده از شدتِ حیرت نگراں
کش نپرسید که چونی تو به زیرِ پالاں — اسپ تازی شده مجروح به زیر پالاں
طوقِ زریں همه در گردنِ خر می بینم

ایں که راه است سوئے نارِ جهنم بنگر — ذرهٔ خاک ز رشکش سوخته جان اخگر
باز ایں گونه نه بینم خدائے برتر — دختراں را همه جنگ است و جدل با مادر
پسراں را همه بدخواه پدر می بینم

دورِ دنیائے دنی سوخته اختر دارد — دستِ یار است پئے یار که خنجر دارد
خواهر امروز بدل کینه ز خواهر دارد — هیچ رحمے به برادر نه برادر دارد

هیچ شفقت نه پدر را به پسر می بینم

جانِ خود نذرِ مئے مغبچه و ساقی کن — دل میازار برو آنچه تو می خواهی کن
دل تو آزاد به دست آر پرستشِ مستی کن — پندِ حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن
زانکه این پند به از لعل و گهر می بینم

خمسه دوم

آبِ حیواں به دهن قطره زناں خواهد بود — نارِ گل تا به چمن شعله فشاں خواهد بود
رشکِ گلزارِ جناں باغِ جهاں خواهد بود — تا ز میخانه و مے نام و نشاں خواهد بود
سرِ ما به خاکِ رهِ پیرِ مغاں خواهد بود

شورِ هستی ست که چوں بانگِ دهل در گوش است — راز تبدیلیِ عالم ز ازل در گوش است
زاهدا گر نشنیدی تو غلغل در گوش است — حلقهٔ پیرِ مغانم ز ازل در گوش است
ما همانیم و هماں ست و هماں خواهد بود

ما برفتیم ازیں جا نگهِ رحمت خواه — زیرِ داماں سکوں بخش تبارحمت خواه
کارِ دنیا به گذار و ز جهاں فرصت خواه — بر سرِ تربتِ ما چوں گذری همت خواه
که زیارت گهِ رندانِ جهاں خواهد بود

همسرِ عرشِ بریں گوشهٔ جائے تو بود — سرنگوں مهرِ فلک پیشِ لوائے تو بود
راحتِ جانِ جهاں فیض هوائے تو بود — بر زمینے که نشانِ کفِ پائے تو بود
سالها سجدهٔ صاحب نظراں خواهد بود

مهر شد چشمهٔ نوریں که ز چشمِ من و تو — بحر شد ساغرِ سیمیں که ز چشمِ من و تو

منکشف گشته نه چندیں کہ ز چشم من و تو   بروائے زاہدِ خودبیں کہ ز چشمِ من و تو
راز ایں پردہ نہاں ست و نہاں خواہد بود

ہم چہ پرسی ز من اے دوست کہ چوں رفت امروز   رائگاں دولت و آرام و سکوں رفت امروز
ہمہ از دیدۂ من جوئے ز خوں رفت امروز   ترک عاشق کشِ من مست بروں رفت امروز
تا کرا خونِ دل امروز رواں خواہد بود

دادِ عشرت کہ بداد دست دریں کہنہ رباط   کرد پدرود بسے نیک و بد ایں کہنہ رباط
دل مبندید خدا را بہ چنیں کہنہ رباط   عیب مستاں مکن اے خواجہ کزیں کہنہ رباط
کس ندانست کہ رحلت بہ چہساں خواہد بود

ایں جہاں است بہ عنواں جہساں می گذرد   ما ندانیم ازیں دہر چہ نیک است و چہ بد
بہرِ دیدارِ تو اے خالقِ کونین مدد   چشم آں دم کہ ز شوق تو نہد سر بہ لحد
تا دمِ صبحِ قیامت نگراں خواہد بود

مرد آزاد بہ ما نام صمد خواہد کرد   کجروی چرخ زبوں تا بہ ابد خواہد کرد
مشت خاک است کہ او سوئے لحد خواہد کرد   بخت حافظ گر ازیں گونہ مدد خواہد کرد
زلفِ معشوقہ بدستِ دگراں خواہد بود

خمسۂ سوم

نوبہار ست جہاں رشکِ جناں خواہد شد   قدرتِ خالقِ کونین عیاں خواہد شد
گل بایوان چمن جلوہ کناں خواہد شد   نفسِ بادِ صبا مشک فشاں خواہد شد

عالمِ پیر دگر بار جوان خواهد شد

بوسه لعل لب آں غنچه دهن خواهد داد | دادِ عشرت بجهاں چرخ کهن خواهد داد
مژدهٔ ابر به سبزانِ چمن خواهد داد | ارغوان جام عقیقی به سمن خواهد داد

چشمِ نرگس به شقایق نگراں خواهد شد

ساعتی بیش نباشد به گلستان نزهت | چوں مشامم ز هوایش نگزیند فرحت
نیست یکروزه قیامش به چمن را قسمت | گل عزیز است غنیمت شمریدش صحبت

که به باغ آمد ازیں راه ازاں خواهد شد

گشت در عهد خزاں بے سر و ساماں بلبل | گشت از رنج و تعب سخت پریشاں بلبل
ترک کرد است نشیمن به خیاباں بلبل | ایں تطاول که کشید از غم هجراں بلبل

تا سراپردهٔ گل نعره زناں خواهد شد

چشم بر دوز فلک حالت دنیا بفگنی | نظرے کاش سوئے عاشق شیدا بفگنی
آتش اندر دل صد چاک زلیخا فگنی | اے دل ار وعدهٔ امروز به فردا فگنی

مایهٔ عمر رواں را که ضماں خواهد شد

مے ضیائے که بود غیرت چندیں خورشید | قطره قطره بودش همسر نوریں خورشید
شرمسار است ازیں ساغر زریں خورشید | ماهِ شعباں مده از دست قدح کیں خورشید

از نظر تا شب عیدِ رمضاں خواهد شد

وقت آلام شد و عیش به عالم افزود | دردِ دل از دل پر درد بدل شد مفقود
لطف و اکرام خداوند حقیقی فرمود | مطربا مجلس انس است غزل خوان و سرود

چند گوئی که چنیں است و چناں خواهد شد

من اگر بندۂ جذبات شدم عیب مکن　　در زدل منکر طاعات شدم عیب مکن
عاشق حسن رخ ذات شدم عیب مکن　　گر ز مسجد بہ خرابات شدم عیب مکن
مجلس وعظ دراز ست و زماں خواہد شد

علم و فضلے کہ اشاعت شہ عثماں فرمود　　در دبستان جہاں نیست نظیرش موجود
زوصلا بلبل شیراز دآں آزاد شنود　　حافظ از بہر تو آمد سوے اقلیم وجود
قدمے نہ بوداعش کہ رواں خواہد شد

خمسۂ چہارم

ریاض دہر نادر ست مثلش سرو رعنا را　　سر افگند ست رضواں چوں بدید آں ہر سیارا
فسوں چشم ساز د نرم قلب سنگ خارا را　　اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

گل و مل ماہ و مہر سے تو در صحبت نخواہی یافت　　بہ اکناف جہاں بنگر چنیں فرحت نخواہی یافت
بہ آب و کوثر و تسنیم ایں لذت نخواہی یافت　　بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلے را

بہ حسن لعبتاں شوخ شیریں کار و شہر آشوب　　بہ مہر جانستاں شوخ شیریں کار و شہر آشوب
دل و جاں شد ز ما شوخ شیریں کار و شہر آشوب　　فغاں کیں لولیاں شوخ شیریں کار و شہر آشوب
چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را

ز انوار چراغاں ہیں کہ نور نار مستغنی ست　　ز نور ہر دو عالم عالم انوار مستغنی ست

بهارِ حسن از انبوهِ برگ و بار مستغنی ست   ز عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی ست
به آب و رنگ و خال و خط چه حاجت روئے زیبا را

پس راحت چو تخمِ غم عمل می کاشت دانستم   چو عشق اندر دلِ انسان عَلَم افراشت دانستم
دلم چون حسنِ خود دادآرائے خود پنداشت دانستم   من از آن حسنِ روز افزون که یوسف داشت دانستم
که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را

لبِ جوئے به کهسارے بسر کن با گلِ خودرو   بیا ساقی دمِ باقی به آب و باد و رنگ و بو
بفکرِ این و آن بودن نباشد کارِ خوشخو   حدیثِ مطرب و مے گو و راز دهر کمتر جو
که کس نگشود و نگشاید به حکمت این معما را

ز نورِ دانش و بینش منور عقل گردانند   بذاتِ خود ز ذاتِ خود درین عالم خبر دارند
ز فکرِ این و آن یکسر خیالِ خویش بردارند   نصیحت گوش کن جانا که از جان دوست‌تر دارند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

ز دشنامِ لبِ شیرین پئے عشاق در سفتی   که شیرین کام گردیدند شاه و شحنه و مفتی
بهارے شد برائے ما غبار از دل که تو رفتی   بدم گفتی و خورسندم تعالی الله نکو گفتی
جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکرخا را

ز لطفِ خود بیامرزد خدائے دو جهان حافظ   بفردوسِ برین گردد برایت آشیان حافظ
مگو آزاد مثلِ تو نباشد خوش بیان حافظ   غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
که بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

مخمس

هوای جور و فضای ستم نخواهد ماند   نشان ظلم و جفای اتم نخواهد ماند
همیشه درد دل و دل بهم نخواهد ماند   رسید مژده که ایام غم نخواهد ماند
چنان نماند و چنین نیز هم نخواهد ماند

غبار راه پی رهگذار یار شدم   رهین منت غمهای روزگار شدم
به طبع یار گرانم که من غبار شدم   من ار چه در نظر یار خاکسار شدم
رقیب نیز چنین محترم نخواهد ماند

ز سیم و زر که بود مایه خود بدست آور   ز مال مانده کم و بیش خود بدست آور
زیاد زخم دل ریش خود بدست آور   توانگرا دل درویش خود بدست آور
که مخزن زر و گنج درم نخواهد ماند

منور است ز نور کرم مه انور   بسان انجم رخشنده صورت اخگر
نگاه ژرف چو داری به آسمان بنگر   برین رواق زبرجد نوشته اند بزر
که جز نکوئی اهل کرم نخواهد ماند

نگاه یار که چون تیر می زند همه را   چو دام زلف گره گیر می زند همه را
چو ضعیفی که ز تزویر می زند همه را   چو پرده دار بشمشیر می زند همه را
کسی مقیم حریم حرم نخواهد ماند

فدای شمع ز ازل ست نسل پروانه   ز اصل تست شنو شمع اصل پروانه

چنانچہ بار بہ شمع است فصلِ پروانہ غنیمتے شمرا ے شمع وصلِ پروانہ
کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

فلک ز روزِ ازل لالہ فام و رنگیں بود افق ز رنگ شفق گشت زار خونیں بود
برائے ژاژ نگاہانِ دہر تلقیں بود سرورِ مجلس جمشید گفتہ اند ایں بود
کہ جام بادہ بہ آور کہ جم نخواہد ماند

صلائے عام ز پیرِ مغاں ہمیں بود است کہ قلب پیر طریقم ز بان جام جم است
یقیں کسے کہ ندارد ہماں بداں کہ ز دست چہ جائے شکر و شکایت ز نقش نیک و بد است
کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند

ہلال گشتہ گہے گاہ شد قمر حافظ چو شاخ بار ور و شاخ بے ثمر حافظ
ز پند حضرت آزاد بے خبر حافظ ز مہربانیٔ جاناں طمع مبر حافظ
ز نقش جور و نشانِ ستم نخواہد ماند

ختم شد مخمسات

ایک مخمس ملاحظہ ہو صفحہ (۲۰۰)

قصائد

فارسی و اردو

بمدح اعلیحضرت قدر قدرت سکندر شوکت دارا حشمت سلطان العلوم

ہز اگزالٹڈ ہائینس

ظل اللہ فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ سابع

نواب میر عثمان علیخان بہادر جی سی ایس آئی فرمانروائے

مملکت آصفی خلد اللہ ملکہ اجلالہ و اقبالہ

من چہ گویم پیش سلطان داستان آفتاب
شد دل معنی پرستش یزدان آفتاب

گشت روشن در جہان از نور فیض آصفی
فیض یاب درگہ او خاندان آفتاب

در خیال دید اوج ارتفاع مرتبت
روز و شب در گردش آمد روان آفتاب

بہر پا بوسی حضرت فرش پا انداز گشت
زیر سنگ آستانش آسمان آفتاب

مطلع انوار باشد نام عثمان و علی
نام سلطان چون نباشد حرز جان آفتاب

دست سلطان زر ببارد از خراج ملک چون
نور بارد در دو عالم از بنان آفتاب

شاہ عثمان بہر عالم سفرۂ چیدست چون
ذرہ ذرہ شد بخالق میہمان آفتاب

بہر دید مہر جاہش قدرت حق ساختہ
از بروج آسمانی نردبان آفتاب

آسمان علم و فضلش برتر از وهم و خیال — مرکز پرکار گشتش آسمان آفتاب
بهر تنظیم تعلم زورق تعلیم او — می‌کشد در بحر اخضر بادبان آفتاب
داد در دست شهی مقسوم و از فرط کرم — رحمت جل و علی گسترده خوان آفتاب
از رموز حال و ماضی عقل استنباط کرد — جوهری مثلش نیارد باز کان آفتاب
خیره گردد چشم بند چشم لرزد مثل کاه — ار بگیرم پیش تیغش امتحان آفتاب
با همه روشن روان از فرط بذل و دهش — چون زر آگیں در جهان دلبستگان آفتاب
خوش سطوت می‌دود با رایت اقبال شاه — در فضای آسمانی همعنان آفتاب
عز و فضلش بیش بادا از شه ما مثل ماه — اکتساب فیض دارد عز و شان آفتاب
غرق بحر نعمت و احسان سلطان گشته‌اند — آفتاب آسمان و آسمان آفتاب
مثل میسان می‌چکد در بزم گل پوشی ثنا — این شراب عشرت از رطل گران آفتاب
سایهٔ سلطان بماند تا ابد بر ملک چون — سایه دارد بر دو عالم سایبان آفتاب
من بعهد آصفم در عهد اکبر شاه بود — عرفی شیوه بیان از خاکیان آفتاب

زیر حکم شاه ما ارض و سما آزاد باد
ابلق صبح و مسا چون زیر ران آفتاب

قصیدہ مدحیہ شہزادۂ والا شان عالی دودمان نواب مستطاب ہز ہائنس رفعت پناہ سپہ سالار اعظم جاہ بہادر پرنس آف برار ولی عہد مملکت آصفی دام اقبالہٗ

کچھ ایسی صفحۂ قرطاس پر کر خامہ رانی
منور جس سے ہو جائے ہر اک بینا کی بینائی

وہ محبوب دل خوباں وہ مطلوب دل انساں
ثنا منظور ہے اس کی جہاں جسکا ہے شیدائی

وہ اعظم جاہ والا شان ولیعہد شہ عثماں
تصدق جسپہ ہوتا ہے ہمیشہ چرخ مینائی

وہ شہزادہ فلک رفعت کہ جسکے آستانے پر
رعایا کرتی رہتی ہے عقیدت سے جبیں سائی

عساکر کے شہ عثماں کا سپہ سالار اعظم وہ
سپہداراں عالم کی ہے جس سے روح تھرائی

یہ سلطاں کی گیرائی سے اپنایا برار اپنا
ابھی آنے کو باقی ہے بہت سا ملک ہائی

ہوئی شہزادگی موسوم ان کی ذات والا سے
حقیقت کامیابی پر بہت کچھ اپنے اترائی

سراپا ہے معلیٰ سے تجمل شکوہ و جاہ کا مسکن
سہی سرو گلستاں میں کہاں ہے ایسی رعنائی

وہ صمصام عدو کش ہے ترے پہلوئے اسعد میں
عدو کے ہو گئے ٹکڑے جو بل کھاتی نظر آئی

ید طولیٰ ہے حاصل ان کو تنظیم عساکر میں
زمانہ پر یہ روشن ہو چکی ہے کار فرمائی

وہ رہوار سبک پے ہے مرے سرکار والا کا
فلک پر پھاند جائے وہ طبیعت ہو جو گرمائی

وہ قصر آسماں رفعت بلادستائے عالیشاں
کہ آگے جس کے سر نیچا کئے ہیں قصر دارائی

عطا و بذل و رحمت کو جو انکے دیکھ لیتا وہ
پشیماں ہوکے جھک جاتا جو ہوتا حاتم طائی

عجب فطرت کی کشش دیکھی خیال مدح والا میں ۔۔۔ قلم اٹھا جو لکھنے کو تو نوک کلک پر آ آئی
زمانہ بھر میں سلطنت میں عیاں طرز حکومت میں ۔۔۔ سکندر کی سی شوکت ہے ارسطو کی سی دانائی
دعاگویان دولت ہیں مرے ممدوح والا کے ۔۔۔ وہ ہندو پارسی ہو یا مسلماں ہو کہ عیسائی
پھلو پھولو دعا یہ ہے شہ عثماں کے سایہ میں ۔۔۔ ہے درگاہ الہی میں ہماری عرض یہ آئی
رہے ممدوح کا سایہ مکرم جاہ ذیشاں پر ۔۔۔ کہ جس نے فضل مولائی سے عمر خضر ہے پائی
رہے قائم زمانے میں وہ جوڑی چاند سورج کی ۔۔۔ مکرم جاہ کو یارب ہو پیدا دوسرا بھائی

طفیل پنجتن آزاد وہ اس رہتی دنیا میں
کریں کشورستانی حکمرانی کار فرمائی

قصیدہ مدحیہ حضور والا شان معظم جاہ بہادر دام اقبالہٗ

مجھے منظور خاطر ہے بیاں اس ابن خاقاں کا ۔۔۔ کہ ہے نور جبیں جس کا مقابل مہر رخشاں کا
چمن آرائے عظمت ہے معظم جاہ ذیشاں کا ۔۔۔ ہے نغمہ کس قدر شیریں نئے اسنجاں بستاں کا
یہ کس خورشید خاور کی ضیا باری ہے عالم میں ۔۔۔ کہ پیلا پڑ گیا چہرہ فلک پہ ماہ تاباں کا
رخ انور پہ شیدا ہے زلیخا کی طرح عالم ۔۔۔ دلوں سے محو قصہ ہو گیا ہے ماہ کنعاں کا
جھکا ہے ناطقہ کا سر مرے ممدوح کے آگے ۔۔۔ فصاحت میں جمیگا رنگ اب کس طرح سحباں کا

گہر باری سے نیساں کا ہے دھوکا دستِ اکرم پر
بھری جیبیں ہیں خلقت کی تہی دامن ہے عماں کا

کریں صبح وطن کو یاد کیوں اب وارد و صادر
نہیں اس در رحمت میں نشاں شام غریباں کا

گراں بارِ کرم کیونکر اٹھیں اٹھ کر کہاں جائیں
قفس میں گو کھلیں پر کھلا ہے در بھی زنداں کا

تدبر اور فراست میں رموز و رازِ حکمت میں
جھکایا سر فلاطوں کا مٹایا نام نعماں کا

لرزتا ہے جہاں بھر مقابل زورِ بازو کے
فقط اک رہ گیا ہے نام ہی سام و نریماں کا

مقابل اس کے کب ٹھہریں گے زال و رستم و بہمن
ہو سایہ جلوہ افگن سر پہ جس کے شاہِ مرداں کا

نظر آتی ہے موت اسکو چمک میں تیغ عریاں کی
بتا دیتا ہے دشمن کو وہ کھنچنا تیغ براں کا

ہو جس صدہ سامِ براں میں صنعت خاتم کانی کی
دہلتا دل رہے ہر دم نہ کیونکر سنگ لرزاں کا

بجا سو بہیر یاں میں چرخ کی رہوار حضرت نے
نہ پورا ہو سکا چکر بھی اک گردوں گرداں کا

پس کی خوش خرامی ہے وہ اسکی تیز گامی ہے
کبھی ہے وہ نسیم آسا کبھی نقشہ ہے طوفاں کا

رہ از قیصر دولت کی وہ رفعت اور عظمت ہے
ہے رتبہ ہمسرِ جمشید جس کے درکے درباں کا

قیام سلطنت کے قبل سے ہی خانداں اپنا
در دولت سے وابستہ ہے آصفجاہ ذیشاں کا

طفیل پنجتن یارب مرادیں دل کی پوری ہوں
رہے سایہ ابد تک یا الٰہی شاہ عثماں کا

بہاریں شام الفت کی دکھائیں صبح خوش بختی
بھری ہو گود اور دامن بھرا شمع شبستاں کا

خوش و آباد و با راحت رہو دلشاد دنیا میں
قیامت تک رہے آزاد نیر فضل یزداں کا

بمدح مہاراجہ یمین السلطنۃ بہادر شاد ظلہٗ

باعثِ انوارِ عالم داستانِ آفتاب مدح تیرا ہو رہا ہے مدح خوانِ آفتاب
پیش کرتے ہیں جواہر بارگاہِ شاد میں مثلِ معدن جوہر اگلے کیوں نہ کانِ آفتاب
آسماں اک اور ہے ممدوحِ عالم تاب کا نکتہ پرکار ہے یہ آسمانِ آفتاب
چھا گیا روئے فلک پر ابرِ نیساں کی طرح بنگیا دستِ کرم اب حسر زجانِ آفتاب
لذتیں کیسی پڑی ہیں جو دکشن پرشاد سے سنتے آئے تھے بہت ارزیٔ دوکانِ آفتاب
خوب عرفی نے کہا ہے رنگ کی کیا لیگا چرخ اے دلِ عرفی تہ تمت رازدانِ آفتاب
نور پاشی اس طرح کی نسلِ چند و لعل نے رشک سے آتش بجاں ہے دودمانِ آفتاب
اک زمانے سے ہے تیرے نقشِ ثانی کی تلاش ختم ہونے پر نہ آئے ہفت خوانِ آفتاب
دیکھ کر قصرِ ہمایوں ستی بنیاد سے بنگیا قصرِ ہوائی آشیانِ آفتاب
دیکھ کر اقبال و سطوت دبدبہ جاہ و جلال آنکھ بھی کر جھکاتے قہرمانِ آفتاب
آستاں بوسی کا ہے ممدوح کے ازبسکہ شوق ہیں منازل ہائے گردوں تہ دبانِ آفتاب
حدِ طالع دیکھنی ہے سر کشن پرشاد کی راہ پیما روز و شب ہیں کاروانِ آفتاب
سایہ گستر جب سحابِ رحمتِ سرکار ہو آسماں کہلائے کیسے سائبانِ آفتاب
دیکھ لے گر چستیٔ رفتارِ رہوارِ حضور کھولکر رکھدے فلک برگستوانِ آفتاب
خیرگی بخش نگاہِ چشمِ اعدا بن گئی تابشِ تیغِ مصنعا ہم قرانِ آفتاب
مدح سے قاصر ہے ممدوحِ جہاں افروز کی گو کہ نورانی ہوئی ریسمانِ آفتاب
سایہ گستر فضلِ خالق ہو مرے سرکار پر غاشیہ بردار ہم ہوں ہم عنانِ آفتاب

تا دم باقی رہوں وابستۂ دامانِ شاد / جس طرح عالم ہے سارا میہمانِ آفتاب
ہو مبارک سالِ نو سرکار عالیجاہ کو / ہر گھڑی روشن تمہاری ہو بسانِ آفتاب
آجتک میں سایۂ ساں تھا شومیٔ مقسوم سے / قسمتوں سے اب ملا ہے آستانِ آفتاب
مخزنِ انوارِ علمی ہے سینۂ تاباں مرا / طبع روشن ہے مری ہم داستانِ آفتاب
مطلعِ انوارِ معنی نظم ہے آزاد کی / نور افزائے نظر ہے یہ بیانِ آفتاب

بمدح مہاراجہ سر یمین السلطنہ بہادر شاد مدظلہ

آج پورا ہوا پیمانِ بہار / جھومتے پھرتے ہیں مستانِ بہار
مستیٔ فصل سے بیخود ہیں شجر / باہر آپے سے ہیں سبزانِ بہار
محفل آراستہ ہو بہرِ بسنت / پھر یہ نافذ ہوا فرمانِ بہار
سبزۂ و بادِ صبا و لبِ جو / جمع ہیں دیکھئے ارکانِ بہار
نارون لالہ و گل برگ و سمن / رونق و زینت دکانِ بہار
حسنِ گل کاکلِ سنبل رخِ یار / منظرِ چشم ہے سامانِ بہار
مست و بیخود ہیں مسرت سے تمام / اہلِ عالم پہ ہے احسانِ بہار
خوشہ چیں جس کے ریاضِ رضواں / کس قدر پہن ہے دامانِ بہار
کیوں نہ کھب جائے مری آنکھوں میں / آج ہے اور ہی کچھ شانِ بہار
معتدل آج ہیں خلط و عنصر / کس قدر ٹھیک ہے میزانِ بہار
موسم و وقتِ شکستِ توبہ / بیعتِ زہد بہ ایمانِ بہار

ہم لنڈھائیں گے مے ناب ضرور — کون کر سکتا ہے کفران بہار
وجہ پابوسی سرکار مری — کیوں نہ ہو باعث ارمان بہار
مطلع چشمہ ہے مدح ممدوح — نغمہ زن کیوں نہوں مرغان بہار
جلوہ آرا ہے چمن میں سرکار — فخر گیہان و خاقان بہار
سطوت و دبدبہ جب دیکھ لیا — تب ٹھکانے ہوئے اوسان بہار
طاعت و حلقہ بگوشی حضور — واجب و فرض و ایمان بہار
تم کو ہر سال مبارک ہو بسنت — تا ابد تم سے ہو پیمان بہار
پیشکش ہدیہ ناچیز ہے یہ — بے نواؤں کا ہے سامان بہار
جوشش فرط طرب سے آزاد — موجزن دل میں ہو طوفان بہار

قصیدہ دیگر بر عید دسہرہ

مژدہ تازہ صبا لائی ہے — باغ عالم میں بہار آئی ہے
سرو کہتے ہیں کہ آ جائے یہاں — وہ جسے دعوی رعنائی ہے
ساحت باغ پہ سبزہ کا نکھار — آکے دیکھے جسے بینائی ہے
صحن گلشن میں عنادل کی چہک — بج رہی وقت کی شہنائی ہے
اف وہ سبزان چمن کا جوبن — ایک عالم ہے کہ شیدائی ہے
گل کا گلشن سے ہے یاں عہد وفا — سبزہ بیگانہ ہے ہرجائی ہے
دل بلبل سے ہے گل کی تشکیل — سرو قمری ہی کی رعنائی ہے
مست صہبائے خودی ہے نرگس — آپ خود اپنی تماشائی ہے
نسترن لالہ و نسرین و سمن — کہیں جوہی ہے کہیں جائی ہے

ضیمراں زلف پہ اپنے بیخود — نارون اپنا ہی شیدائی ہے
دیکھ کر برکۂ خوش آب چمن — آنکھ خورشید کی شرمائی ہے
شاخ پہ کج ہے کلاہ جعفر — کچھ عجب شان کی برنائی ہے
شدت سبزہ کا دیکھو عالم — بن گیا آب پہ وہ کائی ہے
گر پڑا ہاتھ سے مانی کا قلم — روح بہزاد کی تھرائی ہے
واہ کیا کہنے ہیں نقاش ازل — کیوں نہ ہو تیری خود آرائی ہے
کیوں لٹاتی ہے زرِ گل کو بہار — کس کے آمد کی خبر پائی ہے
وہ ارسطوئے زماں حضرت شاد — مستند جن کی کہ دانائی ہے
جن کے اقبال کی حد پانے کو — چرخ میں گنبد مینائی ہے
ظلم کی ملکِ دکن میں جس نے — بیخ و بنیاد اکھڑوائی ہے
جلوہ آرائے چمن ہوگا وہی — جس لئے یہ چمن آرائی ہے
جمع تقریب ہو میں گیتی پر — فرط بہجت کی گھٹا چھائی ہے
اوج خدمت ہی دسہرہ ہی بہار — آپ کے قسمت سے یہ یکجائی ہے
فتح پاتے رہو دشمن پہ مدام — یہ صدا چرخ سے ٹکرائی ہے
ہو مبارک یہ دسہرہ سرکار — آسماں سے یہ ندا آئی ہے
شعر کہنے کا سلیقہ ہے کہاں — اک فقط قافیہ پیمائی ہے
باخبر ذات ہمایوں ہے تری — میرے ہر حال سے آگاہی ہے

درِ سرکار پہ آزاد مدام
فرض اپنا تو جبیں سائی ہے

بملاحظہ اخویصاحب قبلہ راجہ اندرکرن بہادر آصفجاہی بوقت تعمیر مکان باغ مہتاب

یہ کس عالی گہر کی داستاں ہے ۔ دُرافشاں کس لئے میری زباں ہے
دکہا کیسی تری طبع رواں ہے ۔ صریر کلک تیرا امتحاں ہے
مجھے توصیف ہے منظور اس کی ۔ جو جود و کرمت کا سائباں ہے
مجسم خلق ہے تصویر اکرام ۔ مکمل رحم ہے الفت کی جاں ہے
محبوں کا ہے سچا دوست اپنے ۔ در الفت کا بحر بیکراں ہے
وہی ہے کارواں سالار دولت ۔ کہ دولت ایک جس کا کارواں ہے
وہ عالی مرتبت والا ہمم ہے ۔ حصار چرخ پر جس کا نشاں ہے
عوض خالق سے نیکی کا ملا ہے ۔ کہ اپنی زندگی میں کامراں ہے
سنادے مطلع آتش تو آزاد ۔ مسرت بیز و فرحت زا سماں ہے
یہ کس رشک مسیحا کا مکاں ہے ۔ زمیں جس کی چہارم آسماں ہے
نواسنجان گلشن نغمہ زن ہیں ۔ ترنم ریز شور بلبلاں ہے
چمن ہے گل ہے مل ہے اور ساقی ۔ صبا ہے بادہ ہے آب رواں ہے
پری و حور و غلماں صورت مہر ۔ جگر پرور یہ رنگ گل رخاں ہے
سمن ہے نسترن ہے نارون ہے ۔ گل لالہ ہے زلف ضیمراں ہے
بہم اس جا ہیں تہذیب و تمدن ۔ یہاں یک رنگ رنگ دوستاں ہے
ترا ابد خواہ سنگ آستاں ہو ۔ نہیں معلوم دنیا میں کہاں ہے
بڑھے اقبال و دولت عمر و عزت ۔ تہ دل سے دعائے دوستاں ہے
بڑی ہے بات ان میں سب سے آزاد ۔ ترا ممدوح تجھ پر مہرباں ہے

سہرا بہ موقع شادی برخوردار نورچشم جگناتھ بلی طول عمرہٗ

اثر انداز محبت ہے مقرر سہرا
ہو مبارک مرے جگناتھ ترے سر سہرا

واہ کیا کہنے ہیں سہرے تری تنویر کے واہ
دیکھنے چرخ پہ نکلے مہ و اختر سہرا

آج محفل میں نظر آتا ہے دارائے جہاں
اپنے مقسوم کا بیشک ہے سکندر سہرا

ہم تو شیدائے گل دہر ہیں اور جنت کا
ہو مبارک تمہیں حوران چمن بر سہرا

اک ہے زرپاش تو ہے ایک گل افشانی میں
ہے نظر کے لئے یہ قند مکرر سہرا

رخ پر نور سے کی کسب تجلی اس نے
تب کہیں جا کے ہوا اتنا منور سہرا

باغ گیتی میں صبا کیوں نہ اترائی ہوئی
عطر بیز نہ ہوا شامہ پرور سہرا

کسب آداب تری ذات سے ہی نورالعین
میرے قدموں پہ جھکا فرق ہی بڑھ کر سہرا

یوں تو کہنے کو بہت کہتے ہیں سہرے آزاد
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

سہرا بہ موقع شادی برخوردار نورچشم بلرام بلی طول عمرہٗ

پُر از ظرف معانی اک کہہ اسے طبع داں سہرا
کہ جن و انس کے ہر دم رہے ورد زباں سہرا

درِ خوش آب معنی کا ہو وہ اک بحر بے پایاں
زر و الماس حکمت کا ہو گنج شائگاں سہرا

جبین سعد دانور ہے تری منزلگہ عشرت
یہ ہو بجگر داں پہ بن بیٹھا گلوں کا کار داں سہرا

ادائے شکر خالق میں زباں قاصر نہ ہو کیونکر
مرے نور نظر کے سر بندھا ہے کامراں سہرا

نہ کیسے باصرہ و شامہ شادان و فرحاں ہوں
ادھر ہو زر فشاں جب اور ادھر ہو گلفشاں سہرا

فضائے حسن زیبا میں نظر آتا ہی عالم کو
رخ انور مہ تاباں منور کہکشاں سہرا

جھک جائیں نہ کیوں آنکھیں نہ کیوں حیرت زدہ ہوں نگاہیں
رخ تنویر زا کا جب ہوا ہو آشیاں سہرا

تفوق اس کو کیسے دیں نہ کونین تو دو پر
شبستان محبت کا یہ جب ہو راز داں سہرا

نظر میں اہل بینش کے طلسم آفرینش ہے
کلید گنج حصمت ہو بہ پیش نکتہ داں سہرا

بشر کس طرح پہونچیں گے مرے حرف معانی کو
عبور بحر حکمت ہے کرے جب بیاں سہرا

نہ کیوں سر پہ دلوں میں بھی جگہ آزاد ہر کو
بقائے نسل انسانی کی ہو اک داستاں سہرا

سہرا بتقریب شادی عزیزی مرزا محبوب کرن بہادر آصفجاہی

تازگی بخش دل و جاں ہیں اثر سہرے کے
کیسے دلدادہ ہیں عالم میں بشر سہرے کے

نخل امید ہے انساں کا ہرا سہرے سے
آل و اولاد ہیں دنیا میں ثمر سہرے کے

مہ و خورشید کے انداز میں پھیکا پن ہے
آب و تاب میں بڑھکر ہیں گہر سہرے کے

مست کر دیتی ہے پریوں کو مہک سہرے کی
اور لگی جاتی ہے حوروں کی نظر سہرے کے

جگمگاتی ہیں لڑیں زر کی ادھر سہرے کی
رخ پُر نور منور ہے ادھر سہرے کے

رُخِ نوشاہ پہ جب بندھ گیا سہرا دیکھو
لگ گئے حسن دل آویز ہیں پہ سہرے کے

چاند سے چہرے پہ کیا ہی وہ بھلا لگتا ہے
صدقے ہو جائیں نہ کیوں شمس و قمر سہرے کے

سر پہ محبوب کے ان باندھ کے نکلے سہرا
آج سہرا نو کس طرح سے سہرے کے

غالب و ذوق اگر دہر میں ہوتے آزاد
سن کے اشعار پھڑک اُٹھتے مگر سہرے کے

سہرا بموقع شادی برادر عزیز رشید علی بی اے طول عمرہ

ضیا ہی ہو گیا خورشید سے سوا سہرا
ترے جو چہرۂ پُر نور پر بندھا سہرا

جڑے ہیں لعل و مضامین لو لوئے افکار
تب اس نزاکت و انداز کا بنا سہرا

ارم سے کشتیٔ الماس گوں میں رضواں نے
گلوں کا گوندھ کے بھیجا ہے خوشنما سہرا

پسند طبع ہے حوروں کے اور فرشتوں کے
ارم میں گایا یہ جاتا ہے جا بجا سہرا

ترے مربی نے باندھا جو تیرے سر سے آج
زباں سے سب کے یہ نکلا خوشا خوشا سہرا

نیا ہے قافیہ اس کا نئے مضامیں ہیں
نہیں ہے اس کے مقابل کا دوسرا سہرا

اسی کے نور سے پر نور ہیں مہ و خورشید
جہاں میں کیسے نہ کہلائے کیمیا سہرا

نہ دیکھا ہو گا فلک کی بھی آنکھ نے آزاد
کس آب و تاب کا رخ پر ہے دیکھنا سہرا

سہرا تقریب شادی عزیز القدر راجہ دھراج کرن دولت آصفجاہی

رائحہ بخش دو عالم ہیں سمن سہرے کے
صدقے کس طرح نہ ہو مشک ختن سہرے کے

آبیاری سے خداوند حقیقی کے مدام
لہلہاتے ہیں زمانے میں چمن سہرے کے

چشم خورشید مقابل میں جھپک جاتی ہے
ایسے پر نور ہیں کچھ دُر عدن سہرے کے

تازگی دیکھ کے دل اپنا دیا پریوں نے
نذر حوروں نے بھی اپنا کیا من سہرے کے

رام شیو کرشن کے سہروں کو نظر میں رکھکر
سادھو اور سنت بھی گاتے ہیں بھجن سہرے کے

مست و بیخود ہوئی جاتی ہے مہک سے محفل
عطر پاشی میں ہیں مصروف سمن سہرے کے

جب نیا رنگ نئی بات نیا ہو مضموں
کیوں نہ مداح ہوں پھر اہل سخن سہرے کے

چوکڑی بھول گئے دشت میں پھرنا آزاد
مست خوشبو سے ہوئے ایسے ہرن سہرے کے

سہرا برخوردار ابلرام بلی کی فرمائش پر انکے ایک دوست کیلئے

رُخ رخشاں پہ منور سہرا
کیوں نہ ہو نور کا پیکر سہرا

کر چکا ہاتھ در مقصد کو
بحر قسمت کا شناور سہرا

مثل سہر تیغ عیاں ہے رخ پر
حسن نوشاہ کا زیور سہرا

اپنے اک دوست کے سر پر باندھا ۔۔۔ کیوں نہ ہو سہروں کا افسر سہرا
تم کو نوشاہ بنایا اس نے ۔۔۔ ہے نصیبے کا سکندر سہرا
شائی طبلۂ عطار ہوا ۔۔۔ ساری محفل میں مہک کر سہرا
ٹھنڈی ٹھنڈی ہے ہوائیں دیتا ۔۔۔ بارح میں ہے یہ دمبسہ سہرا

ہم نے محفل میں سنایا صد شکر
لطفِ آزاد سے پڑھ کر سہرا

سہرا بموقع شادی عزیز القدر سعادت معراج راجہ کشن راج فرزند راجہ ہوشنچند بہادر آنجہانی

دل میں آیا کہ لاؤ لکھیں کوئی عدیم المثال سہرا ۔۔۔ کہ رشکِ صبحِ جہاں بھی سر جھکا دے کرے وہ پیدا کمال سہرا
پسند آئے کہ یا نہ آئے خلوص کا ہے یہ ایک تحفہ ۔۔۔ نظر میں لائیں کہ یا نہ لائیں سنیں تو اہلِ کمال سہرا
نہ رات کیوں جو گنی ہو ڈنکو ٹکے دونی جگر میں کھٹک ۔۔۔ رخِ کشن راج چاند ہے اور گلو نگا ہے بے مثال سہرا
وہ نور میں مہر سے ہے بڑھ کر وہ اپنے کو لاکھ کمتر ۔۔۔ گندھا ہے درج الامیں کے ہاتھوں گر کر کیا قیل و قال سہرا
وہ سات نگوں پہ مشتمل ہے جو بحر خاور میں ہیں ودیعت ۔۔۔ پُر از زمرد عقیق و نیلم گہر زر الماس و لعل سہرا
ارم سے حوریں ہیں لے کے آئیں برائے رفع نگاہ بد ہیں ۔۔۔ لڑوں سے پھولوں کے بنگیا ہے رخِ درخشاں کی ڈھال سہرا
ادب کی تعلیم دے رہا ہے حد معین ہے اپنے رکھ کر ۔۔۔ وہ آکے دامن پہ کہہ رہا ہے بڑھوں مری کیا مجال سہرا
فدا ہے سارا زمانہ جس پر وہ نغز و بن دو جہان کا ہے ۔۔۔ چٹک کے کلیاں یہ کہہ رہی ہیں کہ ہے وہ باغ وصال سہرا

یہی ہو رسم دیار الفت نباہنے میں بڑھے محبت
پھلے وہ نخل مراد ہو کر جہاں میں فرخندہ فال سہرا
دلوں میں آزاد موج مستی اُٹھائیگی بیخودی کا طوفاں
مئے محبت کا بھر چکا ہے ایاغ الفت مآل سہرا

سہرا بموقع شادی عزیز القدر رائے بندبانی پرشاد بی اے ہمشیرزادہ

ہوئے نہ پیدا ہوں جن کے ہمسر سمجھ لو ہے زان قبیل سہرا
جہاں میں یکتا نہ ہوگا کیوں کر ہے آپ اپنی دلیل سہرا
گلوں میں بھینی مہک ہے پیدا زر و گہر میں چمک ہویدا
جمال والے کی خوبیاں ہیں کہ بن گیا ہے جمیل سہرا
زر و گہر سے ہے گو کہ مملو فضا میں پھیلا رہا ہے خوشبو
یہ کسب انوار رخ کے باعث ہوا ہے کتنا شکیل سہرا
گلوں کی ٹھنڈک نے گرمی زر میں ایک خنکی سی کی ہے پیدا
توازن عنصری تو دیکھو بہت بڑا ہے عقیل سہرا
سمجھ میں آتا نہیں ہمارے کہ نسبت اس کو جو دیں تو کس سے
وہ رود زر کی ہے یا گہر کی گلوں کی یا سلسبیل سہرا
یہی ہے اکلیل فرق الفت دلوں پہ کرتا ہو جو حکومت
ہوا ہے شاہ جہان انست بہ فضل رب جلیل سہرا

وہ راحتیں ہیں جو ازدواجی اسی کے سر حق نے باندھ دی ہیں
خدا کی رحمت سے ہو گیا ہے مسرتوں کا کفیل سہرا
ہے بچا سوں نظریں ٹھٹک گئی ہیں بڑھائیں اپنے قدم تو کیونکر
نگاہ بد بیں کو دیکھنے کو بنا ہوا ہے فصیل سہرا
جہاں میں ماما نے راحتوں کا کفیل اس کو سمجھ کہا ہے
بنا بنی کے یہ درمیاں میں رہے گا بنکر وکیل سہرا

سہرا بموقع شادی میمنت آبادی راجندر ناتھ صاحب فرزند دلبند برادر بھاپیشور ناتھ صاحب کن جوٹ دمل کمیٹی

دیارِ عشق کا اک شہریار ہے سہرا
نشانِ رحمت پروردگار ہے سہرا

طفولیت کے نشہ کا خمار ہے سہرا
جوانیوں کے چمن کی بہار ہے سہرا

نقوش صدق و وفا کا نہ عکس ہو کیونکر
کہ جذب مہر کا آئینہ دار ہے سہرا

خدائے پاک کا فرمان واجب الاذعان
مناکحت کے لئے اشتہار ہے سہرا

گل و جواہر و گوہر کی کشتیاں لے کر
فضائے رخ پہ ہوا آشکار ہے سہرا

دلہن کے پرتو نوریں سے منجلی ہو کر
خود اپنے آپ پہ دلہن نثار ہے سہرا

نگاہ صدق محبت پہونچ ہی جاتی ہے
متاع حسن کا گو پردہ دار ہے سہرا

بنا ہے طبلۂ عطار ہر دماغ یہاں
مگر یہ نافۂ مشک تتار ہے سہرا

تطیر خوب یہ آئی ہے ذہن میں اپنے　　نگاہ بد کے لئے اک حصار ہے سہرا
جنندر ناتھ کے سر پہ پدر نے باندھا ہے　　یہ قسمتوں کا بڑا کامگار ہے سہرا
ہوا کو اس کے پہونچنا محال ہے آزاد
بساط نظم پہ اک شہسوار ہے سہرا

سہرا بموقع شادی عزیز القدر رائے ہر پرشاد طول عمرہٗ فرزند عزیزم رائے رام پرشاد

دلِ انساں کو بھاتی ہے ادا سہرے کی　　کس نے ڈالی ہے خدایا یہ بنا سہرے کی
نورِ الفت سے گندھا اسکا ازل میں ہے خمیر　　پرز انوارِ محبت ہے فضا سہرے کی
گلِ اخلاص کی لڑیاں ہیں لگی سہرے میں　　رائحہ بیزِ محبت ہے ہوا سہرے کی
مہر گردوں میں کہاں نور ہے اتنا موجود　　وجہ تنویر کواکب ہے ضیا سہرے کی
نورِ خورشیدی و حوران چمن بر نے مگر　　گوہر و گل سے بنائی ہے قبا سہرے کی
دل جو الفت سے بہنی کا ہے لگا سہرے میں　　نذر دل اپنا کرے کیوں نہ بنا سہرے کی
رام پرشاد مبارک ہو تمہیں بیٹے کا بیاہ　　گوش محفل میں یہ آتی ہے صدا سہرے کی
آج پوری ہوئی صد شکر خدا اے آزاد
دل سے کرتے تھے بہت دن سے دعا سہرے کی

سہرا بموقع شادی لالہ گوبند پرشاد صاحب
حسب فرمائش برخوردار بلرام بلی طولعمرہ

ذکر کیونکر کریں ہم سہرے کا
اک جہاں پر ہے کرم سہرے کا

سر پہ نوشاہ نے باندھا جو اسے
بڑھ گیا جاہ و حشم سہرے کا

حسن نوشاہ ہے پردہ فگن
یہ بھی ہے لطف و کرم سہرے کا

جب وہ ہو لعل و گہر کا مخزن
کیوں نہ بھاری ہو بھرم سہرے کا

اتنی کثرت سے ہیں پھول اسمیں کھلے
ایک گوشہ ہے ارم سہرے کا

اس کے قبضہ میں ہے ساری دنیا
آج ہے طبل و علم سہرے کا

وجہ تخلیق دو عالم ہے ہوا
بیچ میں آکے قدم سہرے کا

آپ گوبند بھی نوشاہ بھی ہیں
ہے مکٹ نقش بہم سہرے کا

تا ابد دل سے دعا ہے کہ رہے
آپ پر لطف و کرم سہرے کا

اک جہاں خوش ہے اسی کے دم سے
کیوں غنیمت نہ ہو دم سہرے کا

آل و اولاد سے کر دے گا نہال
ہوگا اک روز کرم سہرے کا

تم نے بلرام بلی خوب کہا
گائیں گن اہل قلم سہرے کا

سہرا بموقع شادی عزیز القدر گنج بہاری لعل

سر پہ ہے گنج بہاری سہرا — رحمتِ کرشن مراری سہرا
کیوں نہ ہو گنج بہاری کے لئے — صورتِ رحمتِ باری سہرا
بر بھجاری کے لئے ہے بیشک — گنج عصمت کی پٹاری سہرا
نر تو بہرا ہوا ناری کے لئے ، — نر کے ہے واسطے ناری سہرا
بوئے گل سے ہوا بھرپور جہاں — بن گیا بادِ بہاری سہرا
درِ مقصد سے ہوا مالامال . — گنجِ الفت کا پجاری سہرا
قافیہ تنگ ہے شعرا کا یہاں — ہو گئے لکھنے سے عاری سہرا

سر نوشہ پہ بندھا ہے آزاد
آرزو بن کے ہماری سہرا

سہرا بموقع شادی عزیز القدر ہمشیرزادہ دھرم راج بی اے فرزند رائے مہادیو پرشاد صاحب

وہ ہے سارے سہروں کا سرتاج سہرا — چلے باندھ کر جو دھرم راج سہرا
بزرگوں کے ہاتھوں بندھا سر پہ انکے — نہ کیوں اور سہروں سے لے باج سہرا
کہیں کیسے سہرا کہ وہ آپ خود ہے — زمرد گہر لعل و ہیرا آج سہرا

حقیقت میں ہے فضلِ رب جہاں سے — مسرت کی دنیا کا معراج سہرا
مبارک ہے سہرا مبارک ہو یارب — بقائے جہاں کا ہے منہاج سہرا
معطر فضا ہے گلوں کی ہوا سے — یہ رشکِ ارم کیوں نہ ہو آج سہرا
ہوئی عہدِ طفلی پہ حاکم جوانی — ہے اب زندگی کا نیا راج سہرا
زن و شو ہی کرتے ہیں گھر پر حکومت — دلاتا ہے ہر اک کو سوراج سہرا

یہ ہے فیضِ ماما کے فضل و کرم کا
کہ کہہ کر کے لایا ہے شیو راج سہرا

سہرا بموقع شادی بعنوان مبارکباد بپاس خاطر راجہ گردھر راج فرزند دلبند راجہ محبوب راج بہادر مرحوم ابن راجہ گردھاری پرشاد نبسی راجہ محبوب نواز ونت باقی

نہ دل نشیں ہو ترا کس طرح بیاں سہرا — سنائے تو جو محبت کی داستاں سہرا
متاعِ قصرِ محبت کی دل نشیں بنیاد — وفورِ رحمتِ باری کا سائباں سہرا
گلوں سے چہرۂ انور ہے پر فضا گلشن — زر و جواہر و گوہر کا آشیاں سہرا
بہارِ خلدِ بریں کا ہے بے بدل ہمسر — خطوط تارِ شعاعی کا ہم عناں سہرا
وہ حسنِ رخ پہ فروغِ شعاعِ سلکِ گہر — مگر ہے مطلعِ نوریں پہ پرفشاں سہرا

اب آب و تاب میں ترجیح کسکو اسپر دیں | کہیں نور ہے اور نور کا مکاں سہرا
سپہر حسن پہ ہیں چار چاند نوشہ کے | گل اور نور گہر چشم مہوشاں سہرا
دلی خلوص سے نرسنگہ راج نے باندھا | نہ کس طرح سے ہو وہ اسکا حرز جاں سہرا
دعا ہے دل سے تمہارے لئے یہ گردھر راج | رکھے جہان میں تم کو یہ شادماں سہرا

پسند آئے نہ آئے کسی کو اسے آزاد
دلی خلوص کا اپنے ہے اک نشاں سہرا

سہرا جات تمام شد

قطعات تاریخ

شادی۔ تقریب۔ وفات وغیرہ

قطعہ تاریخ بموقعہ تولد نبیرۂ جناب اخوی صاحب قبلہ راجہ اندر کرن بہادر

کیف و مستی سے پر دماغ ہوا — دل آزاد باغ باغ ہوا
راجہ اندر کرن مبارک ہو — آپ کے گل کا یہ چراغ ہوا

١٣٢٥ ف

بموقع تولد نبیسی اوّل خود دختر داماد بہادر شاد طولعمرہ

فضل رب گشت باعث امداد — یافتم از و نور رحمت داد
از فلک نغمہ سروش آمد — صبیہ زائید دختر آزاد

١٣٤٧ ف

بموقعہ تولد فرزند اول برخوردار جگناتھ بلی طولعمرہ

از مے بعیت شدہ مخمور چشم — یافتہ گوئی تو گل طور چشم
صد ہزاراں شکر خلاق جہاں — من بدیدم نور چشم نور چشم

١٣٤٨ ف

بموقعہ فرزند دوم جگناتھ بلی طولعمرہ

رسید از حق بما منشور قابل — کہ نور چشم تست ایں نور قابل

ندلے ہاتف اندر ذہنم آمد | تولد شد بہ یوم پور قابل

۱۳ ف ۴۰

بموقعہ تولد دختر دوم نور چشمی خود

ہے جہاں میں نگار چیں دختر | کیوں نہ ہو رشک یاسمیں دختر
شکر خالق کہ تیری دختر کو | ہوئی آزاد دو میں دختر

۱۳ ہجری ۴۸

بموقعہ تولد فرزند اول نور چشمی خود

خلاق جہاں چو کرد تائید | طبعم بہ دعا ز حق گرائید
از لطف تو نبستہ بہ آزاد | فرخ فرزند صبیہ زائید

۱۳ ہجری ۵۰

بموقعہ تولد فرزند دوم نور چشمی خود

پسر ہست در دہر نور نظر | کز یں نیست بہتر بعالم ثمر
ز لطف خدائے جہاں خرم | بزائید فرخندہ فالی پسر

۱۳ ہجری ۵۱

بموقعہ تولد دختر نور چشم جگناتھ بلی طول عمرہ

کرد خلاق دو جہاں چو کرم | فرحت اندوز شد بیا قلبم
از سر ہوش گفت آں کہ لود | نور چشمی نور چشم منم

۱۳ ف ۴۲

بموقعہ سالگرہ خود

گشت آزاد جان نو از گرہ | کرد چوں عمر تو دراز گرہ
سال پنجاہ و یکمیں شد ختم | زدہ آغاز سال باز گرہ

۱۳ ہجری ۵۱

بموقعہ تولد دختر نیرچشم جگناتھ بلی طول عمرہ

جگت کا سار گا تیری دیوی | دھرم بھنڈار گا تیری دیوی
بکلی گا سال فصلی بھی او زمام | کھو د دبار گا تیری دیوی

۱۳ ف ۴۲

ایضاً

دیوالی کی شب میں جگناتھ کو | بغایت جمیل و نہایت حسین

دیوالی کی شب مین جگناتھ کو
ہوئی آج یہ دختر اولیں

---

۴۲ ف ۱۳

بخدمت بابو ہرنارائن دوستارائے گردھر چند

ہو جلوہ اختری مبارک
ہو گود ہری بھرتی مبارک
خالق سے ہے عرض یہی آزاد
گردھر کو ہو پوتری مبارک

---

۴۷ ہجری ۱۳

بموقعہ شادی برخوردار نور چشم جگناتھ بلی طول عمرہ

دنیا میں حصول عافیت ہو
شادی وہ مرد وجاہت ہو
ہے باپ کے دل سے سال تاریخ
شادی جگناتھ میمنت ہو

---

۴۶ ہجری ۱۳

بموقعہ شادی بابو موہن لال رائے امر چند پرتا صاحب خاور

نکل آئی وہ تاریخ فوراً
جو طبع تیز کی کشتی چلائی
جھکا کر سر کہا یوں گورسرن نے
مبارک آپ کو ہو کتخدائی

---

۴۸ ہجری ۱۳

ایضاً

میمنت باد میمنت خاور
شاد مہ لقا مبارک باد

گفت ہاتف چو سر فرو بردم　　کتخدائی ترا مبارک باد

١٦　　٦　　١٠

بموقعہ شادی دختر نیک اختر مہاراجہ یمین السلطنت بہادر شاد دام ظلہ العالی

پس در سر فکر سال دادم　　این عقدہ ز عقل کل کشادم
آزاد ز شاد عرض پیراست　　از شادی دخت شاد شادیم

١٩　　٦　　٣٠

بموقعہ تقریب خطبہ بکمال عالیجناب مہاراجہ یمین السلطنت بہادر دام ظلہ العالی

دیوتاؤں نے مرادی تم کو　　سارے عالم نے دعا دی تم کو
صدق دل سے ہو دعائے آزاد　　دے ثمر نیک اکادی تم کو

١٣　　ف　　٣٦

خدمت جناب ڈاکٹر نیک چند صاحب بہ سالگرہ اول فرزند دلبند

سرور و عیش سے پُر ہے فضائے نیک چند　　پسر کے سر پہ ہو ظل ہمائے نیک پسند
قدم بڑھا کے کہا ابتہاج نے آزاد　　یہ سالگرہ مبارک ہو رائے نیک چند

١٣　　ف　　٤٢

بپاس خاطر عزیز بوزہ جشیم برائے امو پرشاہ بجواب دعوت نامہ شادی رگھو راج پرشاد برادر

عروسے یافتہ فرخندہ داماد | دل وارفتہ گردیدست آباد
مسرت ہا پدید آزاد گشتند | بہ عید شادی رگھو راج پرشاد

۱۳ ۴۸ ہجری

تاریخ شکار آہو کردن خود بہ موضع بخیل

شوق بود دست چون آہو بن | سر بہ صحرا نہاد وشد ہمہ سو
من بکردم شکار بہر طعام | زدہ مرغان آبی و آہو

۱۳ ف ۳۸

ایضاً

بہار مرغزار رود آہو | شکار شاخسار رود آہو
سنہ ہجری زدم از قلب بندوق | بکشتم من کنار رود آہو

۱۳ ہجری ۴۵

تاریخ جوبلی حضرت جہاں پناہ ظل اللہ مد ظلہ العالی

سونے کی جوبلی کی مقدم ہو جوبلی
یعنی برید عشرت پیہم ہے جوبلی

اجزائے نور جمع ہیں سب آفتاب کے
رنگینیوں میں نور مجسم ہے جوبلی

دکھلا رہی ہے عہد میں اپنے تجلیاں
ہر شان میں معظم و اعظم ہے جوبلی

روئے فضا پہ آصف ہفتم کے دور کا
اڑتا ہوا نظام پہ پرچم ہے جوبلی

روشن کیا دکن کو فروغ جمال سے
آزاد آج نیر اعظم ہے جوبلی

۱۳۵۵

بوقت عطائے صدارت عظمیٰ بمہاراجہ سر یمین السلطنۃ بہادر شاد دام اقبالہ

شب چو محو خواب نوشیں بودہ ام
داد ساقی جام عشرت از کرم

از سرور کیف صہبائے طرب
غنچۂ دل وا شد و شد جام جم

چشم بکشادم پئے تعبیر خواب
خوردہ در گوشم صدائے زیر و بم

چوں لب پرسیدنش گفتند کاے
مست آزادی بہ غفلت متہم

صدر اعظم شد کشن پرشاد شاد
راجۂ ذی مرتبت والا ہمم

جستجو کردم پئے تاریخ سال
یکدمے اندیشہ کردم بیش و کم

جہاں فرحاں ز فضل کبریا
سجدہ ہا کردند در دیر و حرم

از زبان شاد چوں ہاتف شنید
گفت با آزاد از فرط کرم

ایں صدا نو نیست از ہاتف کہ من — قرنہا گشتند صدرِ اعظم

۱۳ ہجری ۴۵

اپنی چھوٹی نواسی کے لئے سالگرہ پر

مبارک ہو ان کو رہیں شاد وہ — وہ بیٹی ہماری ہے داماد وہ
دھرم کیسری کو لگا سالِ نو — دعا ہے رہے شاد و آباد وہ
مٹھائی کھلاوے نے مجھے لاکے دو — یہ نانا سے کرتی ہے ارشاد وہ
ہوئی تھی خلہ تجربہ سے ہو جو — ہے تاریخ اچھی سن آزاد وہ
کوئی ایک تاریخ تھی کھو گئی — رہی ہم کو باقی نہیں یاد وہ

بموقع عطائے خطاب نواب رحمت یار جنگ بہادر کوتوال بلدہ

رحمت اللہ کچھ مدتوں کا صلہ — غنچۂ آرزو جب بن کے کھلا
تھی دل بزمِ دوستاں سے دعا — یہ مبارک خطاب شہ سے ملا

۱۳ ۴۳ ھ

بخاطرِ مہربان گنیش چند صاحب تعمیر مکان بنام فرزند

بنے فرحت فزا سے بے بدل باغ — بعالم گشت یکوں جنت مثل باغ
بنا کر دست الیشور چند آزاد — بگفتم نام و تاریخش ابکشل باغ

۱۳۵۳ھ

۱

بوقتِ تولدِ فرزند سوم بہ دختر خود

ز فضلِ داور رب تعالے   رسد ہر لحظہ اکرامے بہ مردم
بہ دختِ ما چو شد فرزند از غیب   ندا آمد خوشا فرزند سوم

---

۱۳ ۵۴

خدمت راجہ محبوب کرن بہادر بوقت قبضہ اجاگر باغ

نہ ہو کس طرح وہ مطلوب اپنا   رہا پشتوں سے ہے مرغوب اپنا
کہو تاریخ سرِ خم کرکے آزاد   اجاگر باغ ہے محبوب اپنا

---

۱۳ ھ ۵۴

بوقت عطائے خطاب راجہ بشیشر ناتھ جج ہائیکورٹ

ملا ہے حق سے افتخر مبارک آپکو ہو   یہ لطف شہ کا تفاخر مبارک آپ کو ہو
دعا ہے دل سے یہ آزاد کی بشیشر ناتھ   خطاب راجہ بہادر مبارک آپ کو ہو

---

۱۳ ھ ۴۳

شادی دختر اول مہربان راے ہرسن حیدر صاحب نائب ناظم کروڑ گیری

فلک سے مجھ کو ہاتف نے ندا دی   کہ تو تاریخ گوئی کا ہے عادی
رچی ہے فضلِ خلاقِ جہاں سے   ترے اک یار کی بچی کی شادی

جھٹ کے کہہ دے اے آزاد تاریخ — نہ ہو جائے کہیں عارض تمادی
اضافہ سے ہے تاریخ اک عدد کے — مبارک تم کو یہ لڑکی کی شادی

۱۳ ۴۹

گرفتاری پلنگ پیالی گوڑہ ہمراہ جناب رضا علی صاحب تحصیلدار

خبر داد شخصے بہ ما بیدرنگ — بصحرائے ملگنڈہ آمد پلنگ
ز اطراف و اکناف رہ بستہ شد — بشد رہروان را گذرگاہ تنگ
ز حکم رضا علی دلیر — قفس آہنین شد رواں بیدرنگ
دلیرے ندیدم بسان رضا — نہ دارا نہ اسکندر و نے ہوشنگ
بہ تسلیم ہر شکار عجیب — نہ تیغ و نہ تیر و نہ گرز و تفنگ
بہ زندان آہن گرفتار شد — درونش پے بز شد بیدرنگ
ہم آں قفس بود در بند شد — ندانست اینست تدبیر فرنگ
سر فکر آزاد تاریخ گفت — گرفتار کردیم زندہ پلنگ

۱۳ ف ۴۴

بخدمت مولانا ضامن صاحب کنتوری

گر قبول افتد زہے عز و شرف — تحفۂ درویش برگ سبز ما

۱۳ ف ۴۵

ایضاً

بہ پیش ضامن برم چہ پیش از پیش — شرمسارم بے من دل ریش

ہدیہ ام گفتہ از زبان آزاد — برگ سبز یم تحفۂ درویش

۵۴ ھ ۱۳

فی البدیہہ بوقت دعوت رفیع الدین صاحب جنید ایڈووکیٹ

دوست محبوب یار قلب قرین — آمد و گشت شاد طبع حزین
سد برفت از سدا دشد تاریخ — اے خوشا آمد رفیع الدین

۵۴ ھ ۱۳

بوقت عطائے خطاب راجہ ارجن کمار فرزند دلبند مہاراجہ اندر من بہادر شاد مد ظلہ رکن السلطنۃ

ترقییں مراتب اعزاز فضل یزداں سے — طفیل احمد مختار و شاہ مرداں سے
قدم سے شاد کے ارجن کمار کو آزاد — خطاب راجہ بہادر ملا ہے سلطاں سے

۴۳ ف ۱۳

بخدمت احباب فرستادم

دکھا رہی ہے زمانہ میں کیا بہار بسنت — رہا کریں بفضل خدا سے عزیز دیار بسنت
سر بہار سے نکلی بسنت کی تاریخ — مبارک آپ کو ہو یونہی بار بار بسنت

۵۴ ھ ۱۳

بخدمت مولنا ضامن کنتوری بوقت ترجمہ یوگ درشن

ہے فضل خدا باعث طاعات محقق — ہے ہدیۂ ناچیز یہ سوغات محقق

تحقیق کہ شاگرد کی استاد کو بنے نذر
اور رہیں بھی حقیقت میں یہ جذبا محقق

۱۳ ھ ۵۴

قطعہ تاریخ تعمیر مکان عزیز شیام منوہر پرشاد امبر پیٹھ

نور افشاں چو نشیمن گردید — ہمسر وادئ ایمن گردید
از پئے شیام منوہر پرشاد — مسکنے غیرت گلشن گردید
احسن و خوب مکاں ساختہ شد — چشم دل شاد و روشن گردید
دوست و احباب مبارک گفتند — مدح خواں شیخ و برہمن گردید
جز و تاریخ شدہ آزاد و گفت — اسم تزئین تحسین گردید

۱۳ ف ۴۵

بموقع عید خدمت احباب

ہو مبارک یہ نوید رمضاں — بندۂ خالق کا ہے عید رمضاں
سال تاریخ بھی لکھ لے آزاد — آئی ہے عید سعید رمضاں

۱۳ ھ ۴۵

قطعہ تاریخ قدح چشم راست خود

تھی یہ قسمت کی کارفرمائی — نور نے آنکھ میں جگہ پائی
سجدہ میں جب جھکا سر آزاد — شکر خالق کہ آئی بینائی

۱۳ ف ۴۶

بموقع انتقال استاد ڈاکٹر پانکر صاحب حشم

بشکل دوزخ شد دل ناشاد ما | می سگافد چرخ را فریاد ما
از سر یادش ندائے ہاتف است | رفت از دنیائے دوں استاد ما

۱۳ ن

بموقع انتقال فخر قوم راجہ شیوراج دھرمونت

قوم کے اپنے باغباں شیوراج | تم کو ڈھونڈیں کہاں کہاں شیوراج
سر آزاد جھک گیا غم سے | آہ اب جنت آشیاں شیوراج

۱۳ ھ ۴۳

بموقع انتقال استاد ڈاکٹر پانکر صاحب حشم

افسوس ہے دنیا سے گئے ملک عدم کو | اب انکے نہیں پائیں گے ہم نقش قدم کو
ہے فرط جنوں جوش میں کہتا ترا آزاد | پاؤں میں کہاں ہے مرے استاد حشم کو

۱۳ ف ۴ہ

بموقع انتقال فخر قوم راجہ شیوراج دھرم ونت

منہج قومی کا دیکھیں حال اب | منہج قروں چل چکا منہاج کا
ہوگیا مقسوم بدسے قوم کے | انتقال اب راجہ شیوراج کا

۱۳ ف ۳۴

۱۵۴
۱

بوقت انتقال راجہ گور کرن بہادر

مٹ نہیں سکتا خیالِ گور کرن — حیرت افزا ہے آلِ گور کرن
کس طرح احباب کو راحت ملے — جب بنے رنج انتقالِ گور کرن

۱۳ ھ ۵۱

دیگر بپاس خاطر رائے گنیش چند صاحب

وزید از جانب فردوس بادے — خوشا فرحت فزا نو سوادے
بکرد از جنت الماوی بعالم — نگارین باغ اشور چند بادے

۱۹ ۶ ۳۳

بوقت انتقال چھوٹی بہوانی محل بلرام بلی طول عمرہ

ازیں غم بجانم زدند آتشے — ز دل خواست چوں ابر دود سیاہ
ز رنج وفاتِ زنِ پورِ من — مکاں گشت ماتم کدہ آہ آد

۱۳ ھ ۵۳

بوقت انتقال دوست محترم رائے دیواکر پرتاب صاحب

دورِ بقا عالم میں ہے اک خواب — غمگین ہو گئے جتنے تھے احباب
ناموزوں آزاد لکھو تاریخ — فوت ہوئے دیواکر پرتاب

۱۳ ھ ۵۳

۱۵ ۵

بوقت انتقال راجہ اندر کرن بہادر

داغ نو داد دست این چرخ کہن — شد دلم از فرطِ غم بیت الحزن
باہزاران رنج و غم آزاد گفت — رفتہ از دنیائے دوں اندر کرن

۱۳ ھ ۵ ۳

پندرہ سال کی عمر میں اپنے دادا راے سیام بلی کے وفات کی تاریخ کہی

مرد فاضل بود جدم بے گماں — شد ز عالم سیام بلی کامراں
گفت ہاتف سرنگوں آزاد شد — فرد زیبا رفت امروز از جہاں

۱۳ ف ۰ ۴

تاریخ وفات حسرت آیات عزیز راے بالا پرشاد مہتمم ٹیلیفون سرکار عالی

نو بادۂ گلشن صداقت — سرمایۂ خوبی و محبت
ما را بگذاشت وائے آزاد — بالا پرشاد شد بہ جنت

۱۳ ھ ۵ ۵

قطعہ تاریخ انتقال پرملال عزیز راجہ منوہر راج بہادر

از یکے یاران من سرتاج وائے — گرد آرام دلم تاراج وائے

با دل پر درد گفت آزاد سال — رفتہ از عالم منوہر لال داسے

۱۳ ۵ ۵

قطعہ تاریخ وفات عزیز از جان برج موہن لعل

رفت از دنیائے دوں یار عزیز — جان یاراں اش زغم پامال شد
از سر ہجراں نوشت آزاد سال — انتقال برج موہن لعل شد

۱۳ ۴۷

قطعہ تاریخ اواخر ۱۳۴۵ ف میں جبکہ طبع دیوان کا خیال ہوا کہی گئی

ہیں جاذب قلوب جہاں جاذبات حق — ہیں مظہر جمال رخ واردات حق
آزاد کا لکھا ہوا دیوان جہاں میں — ہے آفتاب فلسفہ کائنات حق

۱۳ ف ۴۵

قطعہ تاریخ قیام رادھے موہن باغ بمقام بہلولخاں گوڑہ حسب فرمایش چیچا جی صاحب راجہ موہن لعل صاحب مہتمم کروڑگیری

نور گلہائے نگاریں سے یہ روشن باغ ہے — رشک و فخر گلستاں فردوس دامن باغ ہے
حکم چیچا جی کا ہم نے پائے تعمیل حکم — نام تاریخی کہا یہ رادھے موہن باغ ہے

۱۳ ف ۲۴

قطعات و رُباعیات

بموقع تشریف آوری خسرِ دکن خلد اللہ ملکہٗ بڈیوڑھی مامونصاحب

قبلہ و کعبہ راجہ شیو راج بہادر

وہ سایۂ رب ذوالکرام آتے ہیں
وہ منبع و مرجع انام آتے ہیں
کیونکر نہ بڑھے فلک سے انکا رتبہ
شیو راج کی گھر آج نظام آتے ہیں

خوف از بد فطرتاں عالم

تنگ ہوں میں عالم اسباب سے
کھائے دھوکے اقربا احباب سے
آئینہ میں دیکھ کر ڈرتا ہوں آپ
جس طرح کتے کا کاٹا آب سے

بموقع دعوت شادی خوردار بلرام بلی طوعمن

رسم ہیں ذیل کے اور ہے بارات
قشقہ و تیل و منڈوہ اور بلدات
لاکے تشریف بنائیں ممنون
ہم طعامی سے بڑھائیں درجات

بوقت عطائے خطاب نواب رحمت یار جنگ بہادر کوتوال بلدہ

رب سے مایوسی ہے انسانکو ننگ
فضل حق ہوتے نہیں لگتی درنگ
لطف شہ سے مل گیا ان کو خطاب
رحمت اللہ اب ہیں رحمت یار جنگ

بموقع شادی برخوردار جگناتھ بلی طوبلمرغ تقریب طعام ولیمہ

قوم یار و عزیز و اقرب و خویش	عرض پیرا ہے سب سے یہ درویش
حاضر کیجیے گا آ کے قبول	آج ہے دعوت بھوپردیش

بموقع آمد راجہ محبوب کرن بہادر از سفر یورپ

گذری جو صبا روضۂ رضواں کی ادہر سے	کرتی گئی دل شاد وہ اس تازہ خبر سے
اُٹھ جا کے ملے آ ز اذ افضال الٰہی	محبوب کرن آتے ہیں یورپ کے سفر سے

بدعوت طعام ولیمہ برخوردار بلرام بلی طوبلمرہ

بزم شادی نور چشم ہے آج	رونق افروز ہوں ز راہ وداد
ہوگا ممنون صدق دل سے بہت	خادم قوم آپ کا آزاد

درثنائے مشورت

عیب کا چھپنا ہے پیش و پس محال آئینہ میں	پشت اپنی دیکھ لو یہ ہے کمال آئینہ میں
مشورت کرتی ہے صیقل اس طرح سے زنگ فکر	جیسے آتا ہے نظر اپنا جمال آئینہ میں

وحدت

آب آتش و باد و خاک و جاں ہو توہی	جس کے ہیں یہ سب مکیں مکاں ہو توہی
ہیں تیری ہی نشانیاں یہ ساری اے ذات	ہوں جذب جو تجھ میں بے نشاں ہو توہی

برائے پیشی بارگاہ سلطانی خلیفۃ الرحمانی سلطان دکن خلداللہ ملکہٗ

مدح خوان شہ ذیشان نظام آیا ہے — بہر پابوسیٔ سلطان انام آیا ہے
خانہ زادان قدیمی میں ہے جسکا کہ شمار — در آقا پہ وہ دیرینہ غلام آیا ہے

بموقع دیوالی و شب معراج

دیکھو کس شان سے تصویر جمالی آئی — نکہت گل سے لدی باد بہاری آئی
ساز یکرنگی الفت کا بجاتی باجا — شب معراج کے ہمراہ دیوالی آئی

بموقع سال نو ہسنود بخدمت احباب

فلک سے دیوتاؤں نے ندا دی — سری گورا نے اور سب نے دعا دی
اعزا اقربا آزاد سب کو — مبارک ہو مبارک ہو اگادی

بیاد یاران رفتہ

جو باقی ہیں سو وہ بھی با دل ناشاد باقی ہیں — جفائے چرخ کی کرتے ہوئے فریاد باقی ہیں
ہمیں باقی ہے ملنا اب فقط یاران رفتہ سے — گئے آگے جو تھے احباب اب آزاد باقی ہیں

خدمت کوتوال راجہ وینکٹ راما ریڈی بہ عطائے خطاب او بی ای

فضل خالق نے آج عزت دی — آپ نے خلق کی جو خدمت کی
شکر خلاق دو جہاں کہ ہوئے — سرفراز خطاب او بی ای

بموقع تشریف آوری مہاراجہ سریمین السلطنت بہادر دام اقبالہ

وقت تشریف آوری کی سب ادائی کی — تھی چشم کرم یہ چرخ مینائی کی
سرکار نے اپنی رونق افزائی سے — ہم سب کی بہت ہی عزت افزائی کی

ایک وقت حسب حال خود

در مجلس میکشاں نشستم — گلگوں رخ بادہ گیر دستم
تا باز بیکدگر نہ خیزم — اقدام و دست و پا شکستم

عطائے قالین بوقت واپسی از سفر بمبئی بو اخولہا قبلہ مہاراجہ اندر کرن بہادر

کیسا خوشرنگ اور کتنا ہے نفیس — محو حیرت ہیں دیکھ صورت گر چیں
وہ زینت کاشانہ آزاد ہوا — اعلیٰ کا جو سرکار نے بھیجا قالیں

ایک وقت مالی تکلیف کی حالت میں

مصیبت جب ہمیں دے رب ہمارا — سنبھالا چاہیئے فورا کنارا
دوستوں کی طرف سے پھیر لے منہ — بجز اس کے نہیں ممکن گذارا

حقیقی محبت نہ نظر آنے پر

اک عمر تلاش کی ہے یار دنیا میں نہیں
اک قلب جسے ملا قرار دنیا میں نہیں
اس دہر پہ آزاد نہ کرنا تکیہ
اپنا کوئی غم گسار دنیا میں نہیں

احساس سکون لذت مے میں

بے سکر کٹی یہ عمر ہشیاری سے
نے خواب سے واسطہ نہ بیداری سے
ملتا ہے ہمیں سکون قلبی آزاد
کرتے پرہیز کیسے مے خواری سے

بموقع میلہ الوال

عیاں ہے نور صباح و بہار حسن جمال
نہاں ہے فرح بہتان عیش شام وصال
حصول فخر نیاز و صلائے بزم نشاط
سرور بخش طبیعت ہے میلہ الوال

دیگر

نہاں سینہ میں اپنے داستاں ہے
کہ اپنا حال اپنا ترجماں ہے
سکون کنج تنہائی ہے حاصل
فقط ہم ہیں ہمارا آشیاں ہے

برائے زناں

پوجا کے لئے ستی سے بڑھ کر گیا ہے
عورت کے لئے پتی سے بڑھ کر گیا ہے
تا عمر رہے سہاگ قائم بہنو
کہنا تم اس گتی سے بڑھ کر گیا ہے

بموقع ہولی

فرحت انگیز ہے گل کی حالت — لذت آمیز ہے دل کی حالت
مست موسم ہے یہ ہولی آزاد — باہر آپے سے ہے کل کی حالت

ایضاً

فکر و آلام مٹانے کے لئے — لطف اور عیش بڑھانے کے لئے
سال بھر سے جو گئے روٹھ تھے ہم — ہولی آئی ہے منانے کے لئے

ایضاً

سر بسر مفت نظر ہے یہ فضا ہولی کی — دل کو مرغوب ہے یاروں کے سوا ہولی کی
جو رہیں مستیٔ صہبائے طرب سے آزاد — سال بھر بیٹھ کے مانگی ہے دعا ہولی کی

ایضاً

شفق و لالہ ہیں عالم میں شان ہولی کا — ذرہ ذرہ ہوا شیدائے جہاں ہولی کا
ہم بدل جائیں گے عالم بھی بدل جائے گا — کبھی بدلا ہے نہ بدلیگا سماں ہولی کا

ایک دوست کے پاس نہایت پرانی شراب گم ہونے پر

تھی مئے رنگیں رکھی دس سال کی — آ کے جوبن پر یہ ان سے چال کی
اڑ گئی چوری سے وہ یاروں کے ساتھ — کچھ نہ پروا کی منوہر لعل کی

در صفت شراب

مے قوتِ جسم و قوتِ جاں ہے آزادؔ
مے کاشفِ اسرارِ نہاں ہے آزاد
گو خلد میں شیر و شہد کی ہیں نہریں
یہ جوہرِ بے بہا کہاں ہے آزاد

بدنام کرنے والوں سے عرض ہے

مشہور ہوں بادہ خوار کہنے دو انہیں
مستوں میں ہوں ہوشیار کہنے دو انہیں
باطن میں تو پاک صاف پہلے ہی سے ہوں
ظاہر میں خراب و خوار کہنے دو انہیں

بموقع تہوار راکھی پونم بخدمت سرکار شاد مدظلہ

ساون کا یہ پر لطف ہے تہوار سلونو
ہو تم کو مبارک مرے سرکار سلونو
دامن کو مراد وں سے بھرے آپ کے آزادؔ
نیساں کی طرح ابرِ گہر بار سلونو

بموقع عید رمضان خدمت احباب

سرور و عیش و فرح صلہ میں مبارک باد
ہزار لطف ز حق ہم چنیں مبارک باد
عطا سے فطرہ قبول خدا شد اے آزادؔ
رسید مژدۂ روح الامیں مبارک باد

بموقع عید قرباں خدمت احباب

ہیں مبارک اہل دل وہ دردِ دوراں کے لئے
زندگی ہے وقف جن کی صدق و ایماں کیلئے
خنجرِ راہِ وفا کے جو تلے دیتے ہیں دم
ان کی پیدائش ہوئی ہے عید قرباں کے لئے

عید قرباں

فرشتوں سے وہ افضل ہیں وہی اصل انساں ہیں — مبارک ہیں وہ اہل دل جو غرق بحر تقا ہیں
عقیدت کا صلہ آزاد افزونیِ رحمت ہے — خلیل اللہ فضل رب سے وجہ عید قرباں ہیں

سلام بہ بارگاہ عالی حضرت امام ہمام امام حسین علیہ السلام

سرمایہ عمر صرف ایماں کردیم — ما جانِ عزیز وقف یزداں کردیم
بر مسلک صدق گرچہ گشتیم تباہ — دین سرِ راہ حق نمایاں کردیم

بموقع عید رمضاں خدمت احباب

ہو یہ ہر سال بسر شادی — خلق ہو صوم کی یارب عادی
پیش آزاد کا ہے یہ ہدیہ — عید رمضاں کی مبارک بادی

ایضاً

واہ کیا کہنے ترے دیں متیں — حکم لائے صوم کا روح الامیں
صدق دل سے ہے دعا آزاد کی — عید تم کو ہو مبارک صائمیں

تہنیت
بموقع تہوار

فضائے قلب پہ ساری نشاط و بہجت ہو
وہ ہر دو سب کے لئے باعث مسرت ہو
بفضل رام رہیں شاد کام یار و عزیز
حصول عیش و سرور و فزونیٔ راحت ہو

خضاب کی ضرورت

ہیں بالوں پہ یہ کہ ہے پالا
یا کہ یہ مکڑیوں کا ہے جالا
دشمن زندگی ہیں بال سفید
ان کا کیوں کیجیے نہ منہ کالا

دنیا مترادف تقدیر

جب تک کہ زمین و آسماں ہیں آباد
ارواح کا جسم آشیاں ہے آزاد
اور چرخ پہ گھومتے ہیں جب تک تارے
تقدیر خلاصہ جہاں ہے آزاد

تقلید پرستی

نثارِ عقل خود جانے کنم من
برائے خویش ایمانے کنم من
مگر در انساں ز حق تقلید احکام
چرا تقلید انسانے کنم من

بوقتِ ملاقات جناب بھائی برج بہاری صاحب متوکلی ایڈووکیٹ دہلی

باغِ ہستی کا تماشائی ہوں ، اپنے ہی حسن کا شیدائی ہوں
پچھلے بچھڑ دسا میں سے ہے جو یہ سُنا تم سے ملنے کا تمنائی ہوں

متفرق نظمیں

چوڑیاں

ہاتھ میں مالن کے دھانی چوڑیاں
شرح حسنِ باغبانی چوڑیاں

شاخِ صندل پہ ہو لپٹا جیسے سانپ
ہاتھ میں ہیں آسمانی چوڑیاں

کیوں نہ چمکیں مثلِ مہرِ نیم روز
کر رہی ہیں زر فشانی چوڑیاں

باعثِ پیوندِ شو و زن ہوئیں
ہیں محبت کی نشانی چوڑیاں

حسن بازو ڈھل نہ جائے اس لئے
کر رہی ہیں پاسبانی چوڑیاں

ذوقِ دل اٹھنے نہیں دیتا نگاہ
شرم سے ہیں پانی پانی چوڑیاں

خازنانِ گنجِ عصمت کے لئے
ہیں یہ باغِ کامرانی چوڑیاں

پاسِ عصمت تھا وگرنہ کھینچتا
صفحہ کاغذ پہ مانی چوڑیاں

سکۂ الفت جما کر دل پہ اب
بن گئی ہیں راج رانی چوڑیاں

کھنکنا ئیں بیخودی سے ہاتھ میں
سن کے میری شعر خوانی چوڑیاں

نظم کے زر سے بجز آزاد کے
کس کو آتی ہیں بنانی چوڑیاں

بچھیے[1]

بھا گئی دل کو ادا بچھیوں کی
رونق پا ہے فدا بچھیوں کی

سر ہی گورا کے مقدس ہاتھوں
ہے ازل ہی سے بنا بچھیوں کی

خاکساری نے دیا ان کو عروج
سب کے آنکھوں میں ہے جا بچھیوں کی

[1] پیر کا ایک ہندوانی زیور ہے جس کو بچھوے بھی کہا جاتا ہے۔

یوں تو پازیب ہیں جھانجھیں ہیں کڑے | پر ہے آواز سوا بچھیوں کی
سارے زیور ہیں در افگندہ نقاب | ہے شبستاں میں ہوا بچھیوں کی
چمن آرائے گلستان جمال | ہے فقط مہر گیا بچھیوں کی
دل میں ہوتی ہے مزے کی کاوش | مست کرتی ہے صدا بچھیوں کی
مست ہو ہو کے بلائیں لے گا | آج شب تیرا پیا بچھیوں کی
ہم نہ مشکور رہوں کیوں بچھیوں کے | آج دعوت ہے بھلا بچھیوں کی

ہند میں کس نے ہے کی اے آزاد
اتنی تعریف بھلا بچھیوں کی

بسنت

گل کاریوں سے کی ہے جو افشاں بسنت نے | چمکا دیا ہے رنگ گلستاں بسنت نے
لطف و سرور زینش کا دلبر جہاں کے رنگ | رنگیں کیا ہے دامن ارماں بسنت نے
نسرین گلاب نسترن و لالہ یاسمن | کیا کیا کئے ہیں جمع یہ ساماں بسنت نے
پھولا ہوا ہے رنگ شفق آسمان پر | جھمکا ہے اوج پر رخ پیماں بسنت نے
میوے نے سرخ دشت و جبل کر دیئے تمام | پھولوں نے بھرنے میں خیال بسنت نے
دکھلائی ہے انکھ کا نٹوں نے سو سو جسے پر | ٹانکے ہزاروں گل سر مژگاں بسنت نے
الٹی نقاب فصل جو باد بہار سے | پورے کئے جہان کے ارماں بسنت نے
ندی چڑھی ہوئی ہے مئے لالہ فام کی | تھے سدہ کئے ہیں جمع یاں بسنت نے
عیش و سرور لطف میں کاٹو تم اپنا وقت | جاری کیا ہے آج یہ فرماں بسنت نے

آزاد لطفِ خاص یہ دیکھو بسنت کا
بلبل کو کر دیا ہے غزلخواں بسنت نے

کشمیر

زندگی چھائی ہوئی ہے وادیٔ کشمیر میں
نامیہ ہے روح پرور گلبنِ تصویر میں

غنچیاں کھلا گئیں آب و ہوا کے فیض سے
ہے طراوت موجزن ہر حلقۂ زنجیر میں

سایۂ افگن قلب پر ہے آسمانِ برگِ گل
اب کہاں ہے جان باقی آہِ آتشگیر میں

عکس ہے یہ سبزہ زارِ وادیٔ کشمیر کا
ورنہ ٹھنڈک ہی نہ ہوتی ماہِ پُرتنویر میں

امتزاجِ باد و بارانِ جسم و جانِ برگِ گل
زندگی لپٹی ہوئی ہے ابرِ عالمگیر میں

حبذا فصلِ گلِ جاوید رحمت حبذا
طرح ڈالی زندگی کی بلبلِ تصویر میں

رکھ دیا جائے اگر خیدے وہاں ہو جائیگا
سم قاتل آبِ حیواں کی طرح تاثیر میں

کیوں نہ ہو شاداب دائم سرزمیں کشمیر کی
جوڑتی ہے نو بہاراں بر خزاں کے تیر میں

کس طرح پر گر نہ جائے باغِ رضواں آنکھ سے
ساتھ ہو اک ماہ نوگر گلشنِ کشمیر میں

اعتدالِ طبع سے جب پھوٹ نکلے بال و پر
مرغِ مضموں اڑ رہا ہے عالمِ تحریر میں

آبِ حیواں آبِ ڈل ہے کوثر و تسنیم تلخ
کوہکن کا خونِ دل بہتا ہے جوئے شیر میں

جائیگا وہ ایک دن گر بالسر کرنیکو واں
ہے اگر لکھا ہوا آزاد کی تقدیر میں

پھاگن

لائی ہے نکہتِ گل آج صبا پھاگن کی — دل کو مرغوب ہے یاروں کے ہوا پھاگن کی
قامتِ دہر کے اعضا میں تناسب وہ کہاں — ہند کے دوش پہ موزوں ہے ردا پھاگن کی
رنگ لیاں اسے ہوں ہند میں اللہ نصیب — ساحت خیر یہ جھانکے کی بلا پھاگن کی
بلبلِ تفتہ جگر کیوں نہ جگر خون کرے — رچ گئی ہاتھ میں ہر گل کے حنا پھاگن کی
زعفران زار ہے ہر ہند کا دل آج کے روز — چھائی گھرتی ہے ہر اک سمت گھٹا پھاگن کی
فصلِ گل پاش نے دامانِ جہاں سرخ کیا — شوخیٔ حسن سے اٹھلائی ہوا پھاگن کی
لالہ بر روئے زمیں ہے تو شفق رُوئے فلک — چادرِ سرخ میں لپٹی ہے فضا پھاگن کی

پھوٹ کا رنگ نہ باقی رہے اس میں زراد
حق میں یہ ہند کے ہے دل سے دعا پھاگن کی

نظم بہ حالاتِ ہند

ہمیں بالکل نہیں معلوم کرتے ہیں فغاں کیونکر — سمجھ میں کچھ نہیں آتا سنائیں داستاں کیونکر
تباہی ہی تباہی دیکھتے آئے ہیں صدیوں سے — ابھی تک تن میں باقی ہے یہ جانِ ناتواں کیونکر
گرا کرتی ہیں ہند پر ہی بجلیاں نا اتفاقی کی — بچے گا چرخ کے نیچے ہمارا آشیاں کیونکر
ضرورت ہے تو اس کی ہو نشیمن پہلے بجلی سے — سمجھ ہم بعد میں لیں گے کہ بنتا ہے مکاں کیونکر
نہ پھیرو منہ بڑھے جاؤ یہی ہے راز جینے کا — پلٹ کر آئے گی افسوس عمرِ رائگاں کیونکر
نظر بندی زباں بندی ہماری لاکھ ہو جائے — لگی ہے آگ سینہ میں نہ نکلیگا دھواں کیونکر

دوا ہو جائے گا شیر و شکر آپس کا ہو جانا
مٹیگا پوچھتے ہو تم اگر درد نہاں کیونکر

مسلماں اور فرقے بھی ہائے گھر کے بندش ہیں
ہٹایا پوسے جائیگا سنگ آستاں کیونکر

گہر لو پھوٹ کی کھیتی کو جو سینچیں گے دنیا میں
رہیں گے باغ عالم میں وہ فرحاں و شاداں کیونکر

جب اہل ہند آپس ہی میں ستم پیرا صف آرا ہوں
زمانہ میں نہ جاگے گا نصیب دشمناں کیونکر

خداوندا مدد کرنا کہ ہم بھٹکے ہیں رستے سے
ٹھکانے جا کے پہونچیگا ہمارا کارواں کیونکر

سنائے تو نے اے آزاد اپنی داستان غم
بکا و نالہ میں آئیں بھلا رنگینیاں کیونکر

گوداوری

تو ہے عالم میں عیاں گوداوری
تیرا کرنا ہے بیاں گوداوری

چاند میں - آتیں ترا آب رواں
یہ نہ بھولوں گا سماں گوداوری

نور ماہ اور تیرے پانی کی صفا
رشک رنگ گلرخاں گوداوری

ہوں مخاطب تجھ سے کرنا ہے مجھے
حسن کا تیرے بیاں گوداوری

کس سے نسبت دوں تجھے برسات میں
ہے پری اک پرفشاں گوداوری

یوں تو صدہا دہر میں با آب و تاب
بہ رہی ہیں ندیاں گوداوری

برہمہ پترا سندھ و گنگ و جمن
رود کرشنا بھیماں گوداوری

مانجرا کاویری دریا و سوں
سب ہیں تیرے مدح خواں گوداوری

بیاس و ستلج راوی و جہلم چناب
اور بھی ہیں ندیاں گوداوری

یہ تو ہیں تیری سگی سب ہند میں
ہند کی پر تو ہے ماں گوداوری

تجھ سے ہے سیراب یہ خطہ تمام ہے دکن کی جانِ جاں گوداوری
تیری نہروں میں نہاں قوت کا راز ہو کے بوڑھی ہے جواں گوداوری
تجھکو ہوگی یاد سن آزاد سے اک پرانی داستاں گوداوری
فخرِ شاہانِ جہاں بھگوان رام تیری تٹ آئی تھی یاں گوداوری
رام لچھمن جانکی بن باس میں مختصر سا کارواں گوداوری
آبرو رگھوبنس سے رشیوں کا تو تھی بنی دارالاماں گوداوری
ان کا چرنامرت تجھ میں اب بھی ہے ہند کی تو ہی جاں گوداوری
رام کے چرنوں کی اور سیوا تری ایک ہی ہے بیگماں گوداوری
آ گئے جینے جو دہرم آباد ہم نیکی تو سائباں گوداوری
ہیں یہاں جبتک میں لطف اندوز ہم تو کہاں اور ہم کہاں گوداوری

ڈنڈوٹ آزاد کی کرے قبول
ہے وہ سر برآستاں گوداوری

مچھروں کی شکایت

کیا کہوں میں مچھروں کی شان میں مجھ کو دیوانہ بنایا آن میں
باؤلے آدم ہوئے اور انسے ہم فرق کیا ہے مچھر اور شیطان میں
کوئی تو منڈلا رہا ہے ناک پر کاٹتا ہے کوئی چھپ کر ران میں
ہاتھ پر چمٹا ہوا ہے کوئی تو کوئی تو ہے بھنبھناتا کان میں
باغ میں کھیتوں میں قبضہ ان کا ہے جمع ہیں خرمن پہ یہ میدان میں

ان سے کوئی بھی جگہ خالی نہیں — بھر گئے ہیں حجرہ و دالان میں
پشہ ہمقدار کہتے ہیں اسے — یہ مقولہ جھوٹ ہے ایران میں
تھان کے ٹڈی نہ سمجھیں انکو آپ — کودتے ہیں جاکے یہ میدان میں
ہوگئیں سب سرخ خوبانِ فرنگ — یہ جو پہونچے جاکے انگلستان میں
پھیر کر بھاگے نمازی سب سلام — یہ جو پہونچے خانۂ ایمان میں
ہے عجب کچھ مصلحت اللہ کی — دیں گے جب آواز آکر کان میں
رو دیے گر جرمنی کو کم پڑیں — مچھروں کو بھیجدیں تاوان میں
گھیرتے ہیں آکے جب انسان کو — آدمی رہتا نہیں اوسان میں
شام کی آمد سے گھبراتا ہوں میں — جاں نہیں رہتی ہے باقی جان میں
سب نے مل کر شب میں جب نرغہ کیا — چھپ گئے آزاد مچھردان میں

بموقع ہندو سوشیل کانفرنس حیدرآباد

ہم کون تھے کہ بہر سے تھے کہاں ہیں ہم — اک یادگارِ قافلۂ رفتگاں ہیں ہم
یکتائیوں پہ نازِ سلف کے عبث ہے آج — مانا جہاں پہ چھائے ہوئے آسماں ہیں ہم
اک دن وہ تھا کہ دہر میں ہم کامگار تھے — عالم میں آج تذکرۂ باستاں ہیں ہم
اک وقت علم و فضل سے اپنے جہاں تھا پر — لیکن زبانِ خلق پہ اب داستاں ہیں ہم
گو مٹ رہے ہیں لاکھ مگر آب و تاب میں — اب بھی زبانِ حال سے پنہا بیاں ہیں ہم
منہ کھولدیں کلیدِ عمل سے جہان میں — خزینوں کی دولتوں کے اگر پاسباں ہیں ہم
ہم میں نہ اتفاق نہ ہوتا ہے اور نہ میل — دعویٰ یہ ہے کہ مالکِ ہندوستاں ہیں ہم

آجائیں کاش آج بھی اصلاح حال پر ۔ پھر دیکھیے کہ صورت برق طپاں ہیں ہم
ہستی ہیں دیکھ دیکھ کے اقوام دوسری ۔ پتلے رسوم لغو کے اک بےگماں ہیں ہم
یارب ہماری ڈوبتی نیا کو پار کر ۔ اب زیر مشق چرخ پئے امتحاں ہیں ہم
کیونکر ترقیاں ہمیں دکھلائیں اپنا منھ ۔ بھائی تو بھائی باپ سے بھی بدگماں ہیں ہم
لب پر صدا ہو صدق سے افراد قوم کے ۔ رہبر ہیں پیشوا ہیں وطن پاسباں ہیں ہم
ہو جائے قوم دودھ سی ہندی ملی ہوئی ۔ لائے وہ دن کہ سب یہ کہیں یک زباں ہیں ہم
کھیتی ہری دکھائیں زمانہ کو قوم کی ۔ سمجھے ہوئے ہیں اپنے کو گر قلبہ راں ہیں ہم
سینچیں چمن کو قوم کے اصلاح حال سے ۔ اپنے کو جانتے ہوں اگر باغباں ہیں ہم
یارب ہمیں تو ڈال زمانہ کی راہ پر ۔ بھٹکا ہوا ہو راہ سے وہ کارواں ہیں ہم
جھگڑے مٹاؤ چھوت کے اے رہبران قوم ۔ اس بے پناہ آگ سے آتش بجاں ہیں ہم
منظور عرض حال ہے یاں قوم خستہ کا ۔ مقصود یہ نہیں ہے کہ رنگیں بیاں ہیں ہم

آزاد یوں تو عرض ہیں اپنی خرابیاں
کس کو سنائیں حال کہ خود ہی بیاں ہیں ہم

بموقع جلسہ سالانہ اتحاد العمل

کیوں نہ ہو پر لطف رنگین داستان انجمن ۔ اپنی ہستی جب کہیں خود بانیان انجمن
دیکھ لیں تصویر قومی حالتوں کی آپ آن ۔ نقش چینی کھینچتا ہے فاہیان[۱] انجمن
اس کی خوشبو پھیل جائے چار دانگ قوم میں ۔ فرح بخش قوم ہو یہ بوستان انجمن

۱؎ ایک چینی سیاح

فرد فرد انجمن ہو کارواں سالار قوم — کارواں سالار ہو یہ کاروانِ انجمن
باعثِ عز و تفاخر ہوں یہ ستارانِ قوم — ذات سے ہے جن کے پیدا آج شانِ انجمن
محمل قومی کھنچیگا ناقۂ لیلے کی طرح — سارے قیس قوم ہوں گر سارباں انجمن
انجمن اپنی نہ ہوگی پیشوائے قوم کیوں — راجہ شیوراج ہوں جب پاسبانِ انجمن
شکریہ احباب کا جلسہ میں جو آئے ہیں آج — جمع ہیں محفل میں اپنے دوستانِ انجمن

یہ دعا آزاد کی مقبول ہو گی ایکدن
قوم کے سب بھائی ہوں گے ممبرانِ انجمن

بموقع یادگار سالگرہ سالانہ شیوراج دھرمونت

ہے نکہت کو لئے گل کی بڑے بوستاں پیدا — چمن میں کس لئے ہے آج شورِ بلبلاں پیدا
گلِ خندانِ قومی راجہ شیوراج اپنے تھے — کہ جن کا باغِ قومی میں ہے اک نام و نشاں پیدا
بتائیں ہم زمانہ کو خلف ہیں ان کے ہم جیسے — ہوئے ہیں ان کے ہر فرزند بہر امتحاں پیدا
انہی کی نور پاشی سے تھا سارا خاندان روشن — زمانے نے کیا ان کو تھا فخرِ دودماں پیدا
گئی وہ تمکنت ساری کہ ان کے ساتھ آئی تھی — ہے اک ہجوم سا اب تو غبارِ کارواں پیدا
خس و خاشاک کا ہے اب اپنے باغ رنگیں میں — چمن میں جس جگہ ہوتی تھی شاخ زعفراں پیدا
جہاں برگ گل تر تھے وہاں اب خشک پتے ہیں — رگ گل جس جگہ پر تھی وہاں ہیں استخواں پیدا
کبھی اپنا بیاباں بھی پر از گلہائے رنگیں تھا — کہیں سوسن کہیں سنبل کہیں تھی ضیمراں پیدا
کسی کی کیا شکایت ہو کہ قسمت اپنی الٹی تھی — کہ بھڑکی آگ ایسی کہ اب تک ہے دھواں پیدا
اٹھادے آنکھ سے اپنے خدایا پردۂ غفلت — ہٹا دے جلد تو اسکو جو ہے خوابِ گراں پیدا

سنو اے کاروان والو تم اسکو جذب کر لینا
نظر جس ریگ پر آتا ہو نقش ساربان پیدا
قدم اُٹھنے نہیں پاتا ہمارا دل کی کلفت سے
وگرنہ نظم میں کرتے بہت رنگینیاں پیدا
جہاں جبتک ہے یاد آتی رہیگی ذات والا کی
ہماری نسل میں ہوتے رہیں گے نوحہ خواں پیدا
بہت مشکل ہے اب آزاد کنبہ پروری ایسی
کہاں ہوتی ہیں عالم میں پھر ایسی ہستیاں پیدا

برائے جلسہ دہرمونٹ اسکول

احساس کی رسائی سے برتر ہے شانِ علم
کس طرح سے بیاں میں کروں داستانِ علم
ٹکرا کے سر کو چھوڑ چکے طالبانِ علم
خاکِ لحد کی جزو ہوئے عاشقانِ علم
راہ طلب میں علم کے کاٹی تمام عمر
منزل کو اپنے پا نہ سکا کاروانِ علم
معلوم کرتے جاؤ یہ ہے کائنات کیا
ممکن نہیں کہ پاؤ حدِ لامکانِ علم
کوئی وہ چیز ہو تو کہیں علم ہے یہ چیز
حدِ خیال مان لیں ہے آسمانِ علم
ہے قطرہ قطرہ آب کا اک بحر بے پناہ
ہے ذرہ ذرہ خاک کا اک داستانِ علم
اک گوشۂ خیال ہو کونین جس جگہ
وسعت دکھائے کیسے وہاں آشیانِ علم
اے ناخدا سنبھال لے طوفان جہل سے
کشتیٔ عمر پار کرائے بادبانِ علم
اے طالبان علم سنو راہ علم میں
رخشِ خیال اپنا چلے ہمعنانِ علم
کب تک کہو گے حضرت آزاد چپ رہو
احساس کی رسائی سے بڑھ کر ہے شانِ علم

بموقع سالگرہ دلبند نورِ چشم وکرم بلی طول عمرہٗ

بہار افزا فضائے یاسمیں ہے — مسرت ہر رگِ دل کے قریں ہے
پتہ افسردگی کا اپنے دل میں — جو دیکھا میں نے کوسوں تک نہیں ہے
مسرت کیوں نہ ہو آزاد حاصل — مئے گلرنگ دورِ ساتگیں ہے
بساط اپنے مکاں کی آج آزاد — نگارِ چرخ ہے یا نقش چیں ہے
لیکن جی رشک عیسیٰ سے ہمارا — چہارم آسماں جس کی زمیں ہے
بڑھے ہر لحظہ ہر دم عمر و اقبال — دعا دل سے یہ رب العالمیں ہے
میرے لختِ جگر وکرم بلی کا — یہ جشن سالگرہ اولیں ہے

بموقع سالگرہ نورِ چشم راج کرن بلی طول عمرہٗ

سالگرہ کرن بلی ہے آج — اپنے دل کی کلی کھلی ہے آج
سال نو کا کرن کے جلسہ ہے — جشن جس کا گلی گلی ہے آج
حسن کا بن کا دیکھ کر بڑھتا — شمع دل میں بہت جلی ہے آج
ہم نے پوتوں کی دیکھ لیں خوشیاں — یہ بڑوں کی دعا پھلی ہے آج
ابرِ شب گوں فلک پہ چھایا ہے — واہ رت کس قدر بھلی ہے آج
ہاں پلا ساقیا مئے گل رنگ — خم میں برسوں سے جو پلی ہے آج
دورِ صہبا چلے سن اے ساقی — طبع زنداں میں کھلبلی ہے آج
محوِ جشن آفتاب ابر میں ہے — دھوپ ٹھنڈی ہی ہو ملی ہے آج

اہل محفل کے لطفِ آمد سے   خوش ہوا گورسرن بلی ہے آج
نظم کے بادکش ہے بہن پر ،   میمنت کی ہوا جھلی ہے آج

بموقع سالگرہ نور چشم ورن کمار نبسۂ خورد خود

سبزہ و ابر و نو بہار ہے آج   ہر زمیں رشکِ مرغزار ہے آج
لبِ ساقی بھی نغمہ بار ہے آج   مے کدہ میں بڑی بہار ہے آج
سالگرہ ورن کمار ہے آج

حسن و عیش میں کوئی کد نہ رہی   غیر مدرک کی کوئی حد نہ رہی
جبکہ تشکیل نیک و بد نہ رہی   فرطِ مستی کی کوئی حد نہ رہی
لطف مے پر نشہ سوار ہے آج

مے کہنہ یار تند خو بنکر   آب و گل آئے ہیں سبو بنکر
رگ جاں میں ہے مے لہو بنکر   خم صہبائے مشک بو بنکر
ابر باراں بھی قطرہ بار ہے آج

مے مستی فزا منگا ساقی   تیرے صدقے میں جلد لا ساقی
دم بدم پے بہ پے پلا ساقی   ہوش میرے نہیں بجا ساقی
سر سے اونچا چڑھا خمار ہے آج

میکدے کو جو اک گلی تھی چلی   لے کے زندہ دل کو بکلی تھی چلی
رات وہ اس کیا کہوں کھلی تھی چلی   خم میں برسوں سے جو پلی تھی چلی
دل یہ اسپر مرا نثار ہے آج

خم پہ خم وہ چڑھائے جاتے ہیں — بے نقط اودکھیاں سناتے ہیں
بعض ہنستے ہیں بعض گاتے ہیں — رند پھولے نہیں سماتے ہیں
مے کدہ پر جو اختیار ہے آج

میکشی پر جھکے ہیں جب میکش — روکنے سے رکے ہیں کب میکش
پی گئے اس قدر ہیں اب میکش — فرطِ مستی سے چپ ہیں سب میکش
بزم رندان پردہ دار ہے آج

میرے داماد میری دختر کو — اور ہر فیملی کے ممبر کو
ان کے ہر دوست اور ہمسر کو — ہو مبارک یہ جشن گھر بھر کو
بہجت بزم کامگار ہے آج

اب یہ حسنِ بیاں کہاں آزاد — باندھ دے اس طرح سماں آزاد
ختم کر اپنی داستاں آزاد — کون باقی ہے قدرداں آزاد
گل زمانہ میں مثل خار ہے آج

بموقع سالگرہ تلجا پرشاد چچا جنار دھن چند برادر نسبتی

دکھا رہی ہے یہاں پر بہار سالگرہ — دعا ہے دل سے کہ ہو بار بار سالگرہ
یہ یار کہتے ہیں یاروں سے یار سالگرہ — کہ یار کی ہے بہت پر بہار سالگرہ
عجیب کیف مدام ہے تیری صہبا میں — کہ ایک سال ہے رہتا خمار سالگرہ
جمایا یاروں نے جلسہ شبینہ باراں پر — جو فضل حق سے ہوئے قطرہ بار سالگرہ
یہ جشن ہائے محبت زباں سے کہتے ہیں — محبتوں کی ہے آئینہ دار سالگرہ

خلوص تھا کہ گلے سے گلے ملی ہیں آج — ہوئی ہیں سالگرہ پہ نثار سالگرہ
چچا کی پرسوں تھی سالے کی آج ہے آزاد — ہمیں تو دونوں ہی ہیں خوشگوار سالگرہ
کیا نہ سالے نے یاد اور چچا نے یاد کیا — گئی ہی بھول یہ سالے کی یار سالگرہ
گلہ نہیں ہے یہ ہے اک شکایت رنگیں — کہ مے پرست ہیں ہم مے گسار سالگرہ
ہزاروں سالگرہ ہوں جہاں میں دونوں کی — فضا میں باندھ دے لمبی قطار سالگرہ

گلوں سے نظم کے ہے مشک بیز اے آزاد
بہ شکل نافۂ مشک تتار سالگرہ

بوقت کمی قیمت قند سیاہ

ہے مبارک یہ شادی بلرام — جس میں سستی ہوئی مئے گلفام
شکر ہے لاکھ لاکھ للو کا — کہ کئے لطف خاص سے کم دام
ساتھ ہی رنگ گل ہے آغاز — کیوں نہ رندوں کا نیک ہو انجام
اب نہ جائیں گے ہم تو کاشی کو — کھول ڈالیں گے جامۂ احرام

لطف جب ہے پلائیں للو مفت
زر سے آزاد کو بھلا کیا کام

موقع شادی رشتہ شکن

نہ رکھیں نام کو رشتہ حیا سے — نہ کھائیں خوف کچھ قہر خدا سے
ممیرے بھائی کو دیں اپنی لڑکی — وہ کھلائیں گے پھر کیونکر نواسے

یہ اپنے شودروں سے بڑھ کر ہیں اعمال — بھتیجی کی جو شادی ہو چچا سے
زمانہ آ گیا نانا کو بینگن — بجائے پنڈ دینگے اب نواسے
بہن کے بن گئے سمدھی مزیلے — نہ آئی شرم بوڑھے منھ دہاسے
کہیں کیا شاستر کے حکم اُن سے — مباحث میں جو لڑتے ہوں ہوا سے
سپنڈی پا کئی نسل و دجاں تھی — وہ ٹھکرائی گئی اب نوک پا سے
وہی ہے برن سنکر اس جہاں میں — جو ویدوں کے ہٹا ہے نقش پا سے

مزے دنیا میں ہیں دو دن تو آزاد
مصیبت عاقبت میں ہو بلا سے

مسلسل دعوتوں میں طوطک پکنے پر

ہے قوم میں غل پکاؤ طوطک — کھاؤ تم یا نہ کھاؤ طوطک
لقمی ہو کبھی شکم پُر — گاہے ماہے پکاؤ طوطک
ہوتے ہیں ثقیل چستگی سے — ہر روز نہ آپ کھاؤ طوطک
ہینٹنٹ ہوئے برادری میں — سالم ران اور پلاؤ طوطک
اینٹھیں گے وہ پیٹ میں پہنچ کر — کھا جائیں کبھی جو تاؤ طوطک
کیونکر نہ ہو قوم اس سے بیزار — گر روز پکے پلاؤ طوطک
رنجیدہ نہ اہل قوم ہو جائیں — آگے سے نہ تم اٹھاؤ طوطک

آزاد اگر ہیں تنگ اس سے
ان کو نہ فقط کھلاؤ طوطک

نوحہ محل اوّل بلرام بلی طولِ عمرہٗ

میں جہاں میں شاد یا ناشاد تھا — خانۂ دل پر مرا آباد تھا
پا چکا تھا رنج و راحت سے نجات — زندگی اور موت سے آزاد تھا
اتنی جلدی چھوٹ جائیگی بہو — روزِ اول کب یہ مجھکو یاد تھا
چل بسی دن ماہ میں میری بہو — جس سے گھر بلرام کا آباد تھا
سینہ میرا ہو گیا گر غم سے چاک — مقتضائے شیون و فریاد تھا
پیچھے سنکر مرے پھونکا قفس — کس قدر پتھر دلِ صیاد تھا
خانہ آبادی جسے سمجھے تھے ہم — آہنی اک خانۂ فولاد تھا
مرگِ نو عمری فنائے زندگی — یہ کوئی دستِ ستم ایجاد تھا
جس نے بنا گھر مرے بچے کا ہائے — دورِ چرخِ خانماں برباد تھا

بھاگتی تھی موت مجھ سے اس لئے
مبتلائے رنج و غم بہ آزاد تھا

بہ جلسۂ ترک مسکرات

جو بطن معدہ بطِ مے کا آشیاں ہو جائے — جگر ہو معدنِ خوں چشم خوں چکاں ہو جائے
اگر شراب کہیں ہم سے ہم زباں ہو جائے — جو راز داں نہیں اپنا وہ راز داں ہو جائے
اسے فلاکت و عسرت کی کیا کمی ہو گی — کوئی کلال کسی پر جو مہرباں ہو جائے
جگر میں آگ لگائے جو مے کی چنگاری — ہے نورِ رخ پہ جو وہ نور سے دھواں ہو جائے

جو پی پلا کے کوئی رند گھر پہ آ جائے
بدل کے شور مسرت وہیں فغاں ہو جائے

خدا کی ہے یہ امانت نہ چاہ اسے میکش
ہلاک وقت سے پہلے ہی تیری جاں ہو جائے

خدا کو صبح قیامت جواب کیا دے گا
خبر نہ ہو جسے اور صبح کی اذاں ہو جائے

عذاب مفلسیٔ خانہ ہائے مے نوشاں
جو حال دیکھ لے قارون تو نوحہ خواں ہو جائے

خدا کرے کہیں ایسا ہو آتش سیال
خود اپنی آگ میں جل بجھ کے اک دھواں ہو جائے

یہ مے وہ آب ہے بہہ جائے خانداں سارا
ہلاک آتش صہبا سے خانماں ہو جائے

ہمارے ملک سے مفقود ہو گی مے نوشی
جو ہم پہ فضل خداوند انس و جاں ہو جائے

ہمارا ملک ہو دنیا کا کارواں سالار
ہر ایک فرد جو سالار کارواں ہو جائے

سمٹ کے آئے جہاں ترک مے کی چادر میں
بسیط ایسی یہ دنیا میں طیلساں ہو جائے

دعا ہے دل سے یہ آزاد قوم ہوش میں آئے
نشاط بادہ کشی وقف دشمناں ہو جائے

بموقع تصفیہ باہمی

اے بہار باغ دوراں آشتی
ہے جہاں پر تیرا احسان آشتی

آپ اپنی دیکھ کر رعنائیاں
بن گئی ہے چشم حیراں آشتی

دو جہاں ہے یہ عناصر ہی کا میل
ذرہ ذرہ میں ہے پنہاں آشتی

صلح ہوتا ہے نتیجہ جنگ کا
مار ہی لیتی ہے میداں آشتی

ہے یہی عالم میں اکسیر نفاق
درد رنجش کا ہے درماں آشتی

دو جہاں کا ذرہ ذرہ بالیقیں
مانتا ہے تیرا فرماں آشتی

امن کی بنیاد ہے دل کا سکوں · جی میں ہے ہوں تجھ پہ قرباں آشتی
تو نمایاں ہے انہیں میں جنہیں کچھ · ہے جھلکتا نورِ ایماں آشتی
ہے متاعِ ارتباطِ جسم و جاں · جنسِ الفت کی ہے دکاں آشتی
اتصالِ برق و سنگ و آب ہے · بن کے آئی شمعِ خنداں آشتی
تو ہے وجہِ انتظامِ کائنات · کیوں نہ ہوں ہم تجھ پہ نازاں آشتی
سمِ قاتل ہے پئے جنگ و نفاق · یوں تو ہے تو آبِ حیواں آشتی
ہو نہ سکتی مارِ گنجِ حسن وہ · گر نہ کرتی زلف پیچاں آشتی
دورِ ہستی میں فقط تیرے لئے · ابرِ رحمت ہے یہ انساں آشتی
پھول تیرے اپنے گلشن میں کھلیں پر · دل میں ہے یہ اپنے ارماں آشتی
آ کے رہ شیو راج کے گھر جاوداں · ہم تجھے کرتے ہیں مہماں آشتی
عہد ہے یہ دھرم محبوبِ ہراج · تیرا چھوڑیں گے نہ داماں آشتی

سچ ہے اے آزاد اس آفاق میں
صرف ہے راحت کا ساماں آشتی

ادھیلی[5]

چاچا نے ڈبوئی مری ہیہات ادھیلی · تھی کون سی دنیا میں بڑی بات ادھیلی
ہولی کے پیارے کی تھی سوغات ادھیلی · یاد آئے گی اب وہ مجھے دن رات ادھیلی
ہولی میں ملا کرتی تھی پنڈتوں سے مجھے جو · بھولوں میں وہ کس طرح سے حضرات ادھیلی
کہنے کے لئے یوں تو حقیقت نہیں اس کی · رشتہ میں ہے وہ باعثِ درجات ادھیلی

[5] تہوار ہولی پر اعزا اقربا وغیرہ کی دعوت ہوتی اور کچھ نقد نذر کیا جاتا ہے چچا ملا پرشاد صاحب میرے والد کے ماموں ادھیلی ...

تو ئی چھپ کے جو کا کا کے لگے بیٹھ گئی ہے — جو تو رے بنا مورا ہے گھبرات ادہیلی
دولت نہ تھی دنیا کی وہ رشتہ کے عوض میں — ملتی تھی فقط اک پے اثبات ادہیلی
بابا کے زمانہ کی مٹی کوئی نہیں چال — ہاں اپنی مٹی باعث برکات ادہیلی
خود ڈوب گئی ساتھ میں عوت ہے ڈبوئی — آزاد سے کرتی گئی یہ گھات ادہیلی
شاید انہیں بہکا دیا تیری ہی چمک ہے — چاچا پہ چڑھا کس لئے سہمات ادہیلی
دنیا پہ تری شکل پہ بیخود ہے مٹی ہے — تیری بھی عجب کچھ ہے کرامات ادہیلی
ممکن نہیں چاچی نے نہ دینے کو کہا ہو — ہے وہ تو سمجھتی ہیں خرافات ادہیلی
حق قوم دلانے کو جو آما وہ ہوا آزاد — آجائے گی پھر بھر مکافات ادہیلی
چار آنے جو جیون کے تھے چار آنے چچا کے — دکھلاتی ہے ازروے حسابات ادہیلی
ڈٹی وہ ہوئے تھے مرے جاگیر کے مد میں — آئے نہیں اس فصل پہ کیا بات ادہیلی
دفتر میں ہوئی چار کے صرفہ کے عوض میں — شاید ہو ہوئی قبلہ حاجات ادہیلی

بپاس خاطر نورِ چشم راج کرن بلی بموقع دھرمونت ویک

وہ نغمے سنائے دھرمونت ویک — وہ جلسے رچائے دھرمونت ویک
کچھ ایسے مشاغل میں مصروف رکھے — ہمیں کام آئے دھرمونت ویک
بنیں راستی و راد رو قوم والے — وہ رستے دکھائے دھرمونت ویک
وہ طفلاں قومی کو تعلیم دے کر — ترقی پہ لائے دھرمونت ویک
غنی فکر دنیا سے ہم ہوں جہاں میں، — کچھ ایسی دکھائے دھرمونت ویک
دعا ہے یہ دل سے کرن کی جہاں میں — ہر اک دل لبھائے دھرمونت ویک

موقع سالگرہ چہارم نورچشم و کرم بلی طول عمرہ

نورچشم جان جانم بکرم است — مثل ماہ چاردہ در عالم است
در فضائے بزم جشن چار میں — یک جہاں از فرط بہجت خرم است
سال شد آرام بس انساں را — فرض شکر کردگار عالم است
عمر و اقبالش خدا یا بیش باد — نورچشم نورچشم اعظم است
بہر گلبوشیش گلہائے جہاں — صد سبد باشند اگر انہم کم است
قلقل مینا دود در ساتگیں — گردن خم ہا بہ بزم ما خم است
نیست در بزم طرب افزائے ما — ایں مقدر ہیں پئے جام جم است
کامران اولاد اولادم بکرد — ایں دعائے خاص اب جدم است
کامران اولاد اولاش کناد — بہر پوررم ایں دعائے ما ہم است

در زبان پہلوی آزاد بہم
شاعرے از شاعراں اکرم است

خدمت صدر محاسب صاحب سرکار عالی

غم دنیا خیال سے سرکے — ساقیا جام مے پلا بھر کے
اب نظر آرہا ہے قصر امید — سختیاں منزلوں کی طے کرکے
ہم کو افسر ملا ہے بندہ نواز — کیوں نہوں سا ہم دھنی مقدر کے
جاں سے جسکو عزیز ہو عملہ — ہم تو قائل ہیں ایسے افسر کے

ملکیوں پر دہ رحم کیوں نہ کریں — کامراں جب ہیں لوگ باہر کے
تم نے مجھ کو پناہ دی صاحب — کیوں قدم لوں نہ بندہ پرور کے
پیٹ انسان کا ہے اک محشر — ہم تو قائل نہیں ہیں محشر کے
جان بچالی ہے آپ نے میری — زندگی پھر ملی ہے مر مر کے
ایک تیرے ہی تم نہیں حامی — بندہ پرور رہو سارے دفتر کے
اس چمن سے بہت گل تر کی — جھولیاں لیگئے ہیں بھر بھر کے
میں ہوں لے باغباں تہی دامن — کچھ ورق پھینکدے گل تر کے

تھے جو خادم جہان میں آزاد
ہوئے مخدوم خدمتیں کر کے

خدمت مولوی محمد حسن صاحب بلگرامی صدر محاسب سرکار عالی

جو وعدے کا ہوا برسایہ فگن، — نہ کیوں دل کھلے صورت یاسمن
میں حاضر ہوا ہوں اسی آس پر — سنا ہے کہ ہوتا ہے پاس وطن
اعانت کی امید ہے آپ سے — توقع پہ حاضر ہوا گو رسن
کسی طرح حاصل ہو شرف نیاز — بہت دن سے مجھ کو لگی تھی لگن
سو پوری ہوئی آرزو شکر ہے — شگفتہ ہے دل صورت نارون
وطن میں تھا امداد یاراں پہ ناز — یہاں آکے سب مٹ گیا بانکپن
تلاش معیشت میں گھوما کیا — پڑیں افتادیں بہت دلشکن
میری شام غربت مبدل ہوئی — بہ الطاف خالق ز صبح وطن

علی الولی کی عنایات سے — ملاتے گئے مجھ کو تم سے حسن
دو نقطی ہو گر حکم درخواست پر — تو تعمیل ہو جائے گی من و عن
دعا ہے مری تا بہ یوم النشور — مددگار ہوں آپ کے پنجتن

نکل جائے گا کام آزاد کا
تلطف کریں گر محمد حسن

خدمت نواب فصیح جنگ بہادر معتمد مالگزاری

المدد المدد فصیح الدین — چرخ مجھ سے ہوا ہے برسر کین
رنج و آلام سایہ گستر ہیں — غم دنیا سے دل کی ہے تزئین
میں ہوں آفات دہر کا مرہون — دور دوراں نے کر لیا ہو رہین
آتش جوع ہے عذاب النار — کام آتی نہیں کوئی تلقین
جمع تنخواہ ہے خزانہ میں — جس طرح سے فلک پہ ہیں پروین
حال دل کس طرح میں عرض کروں — بے وسیلہ ہوں کیسے آؤں قریں
ایں گریباں گرفتہ آن دامن — سگ درباں کا ہے یہی آئین
آپ ہیں حق شناس فیض رسان — آپ ہیں کام بخش و مہر آگیں
آپ کی ذات ہے ستودہ صفات — آپ دے سکتے ہیں مجھے تسکیں
کس طرح سے ادا کرے سرکار — مجھ سا ناچیز آپ کی تحسیں
آپ کی گردش قلم ہے مجھے — رزق کی شکل میں بہشت بریں
فرد زیبائے سلطنت ہیں آپ — صیغۂ مال کے ہیں رکن رکیں

بیسیوں عرضیاں ہیں دفتر میں — مندرج کیفیت بہ طرز ہمیں
ہیں سپرد وہ حکم عالی سے — وجہ اس کی فقط ہے بخت لعیں
کیفیت دیکھ کر کے دیں سرکار — واجبی منصفانہ رائے متیں
پیش عرضی ہے کیفیت کے ساتھ — چاہتی ہے وہ حکم کی تزئیں
روز افزوں ہو آپ کا اقبال — نور افشاں ہو مثل ماہ مبیں
ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہوگا — ہے یہ درویش کی صدائے حزیں
اک اشارے میں پار ہے سرکار — ناؤ میری نہیں بہت سنگیں

یہ دعا گو ہے خاص ہے آزاد
تا قیام نفوس بانہ بسیں

بوقت منتقلی خود از یک محکمہ بہ محکمۂ دیگر

لطف کا گر ہو اشارہ سرکار — کام بن جائیے ہمارا سرکار
کون ہے سمت میں میرا پرساں — اک تمہارا ہے سہارا سرکار
اپنے خادم کے کسی نقصاں کو — نہیں کرتے ہیں گوارا سرکار
ٹوٹ ہو نام کہ موقع یہ کہیں — بچ نہ جائیں مرے بارا سرکار
مجھ سے ناچیز میں جرأت وہ کہاں — دم زدن کا نہیں یارا سرکار
جرأت و عرض مکرر کا سبب — لطف و اکرام تمہارا سرکار
منتقل کیجئے موقع یہ سب مجھے — اب کہوں گا نہ دوبارا سرکار
نظم بھی شعبہ انشا ہے حضور — اس لئے دل نے ابھارا سرکار

جرأت نظم کو آزاد سنا
بخش ہی دیدۂ تمہارا سرکار

بخدمت مکرم بندہ جناب رائے شنکر پرشاد صاحب بموقع ترقی

بہ صدر محاسبی سرکار عالی

خوش کن جب ہو خدا کی رحمت — دل پہ کس طرح نہ چھائے فرحت
مالک ارض و سما ہے وہ ذات — وہی انساں کا ہے رب العزت
وہی محنت کا ثمر دیتا ہے — جس نے حرکت میں رکھی ہے برکت
مایۂ ناز ہیں شنکر پرشاد — دل میں ہے قوم کے ان کی وقعت
رحم و انصاف میں ہیں فخر جہاں — اوج پہ کیوں نہ ہو ان کی قسمت
اب وہ ہیں صدر محاسب ملکی — اس سے بڑھ کر ہے ان کو خدمت
ان کا درجہ ہو دو بالا یارب — ان کی دونی ہو خدایا حشمت
ان کی توقیر ہے ادنیٰ توقیر — جاگزیں جن کے ہے دل میں نخوت
ہیں دعاگو سے ترقی احباب — عمر و اقبال بڑھے اور شوکت

عوض شکر و جہہ ثنا خوانی میں
اب ہے آزاد کی باقی عزت

خدمت مولوی محبوب علیخاں ناظم اسٹیٹ

فکر میری یہ نہیں عیش کے ساماں کیلئے
عرض کرنا ہے فقط درد کے درماں کے لئے

اس نے آدم کو بھی جنت سے نکلوایا ہے
کیوں نہ دوزخ ہو شکم حضرت انساں کے لئے

ہو کے مجبور دل و جاں سے ہوا ہوں حاضر
دقت امداد ہے اس حال پریشاں کے لئے

طالب حق ہوں رعایت کا طلبگار نہیں
لائق بار نہیں دوش یہ احساں کے لئے

اک نگاہ کرم و فیض کی حاجت ہے فقط
شمع درکار نہیں گور غریباں کے لئے

کیا کہوں کس سے کہوں حال پریشاں اپنا
تار باقی نہیں اب ایک گریباں کے لئے

حال ہو جائیگا خود آپ پہ ظاہر میرا
نور مطلوب ہو کیوں شمع درخشاں کے لئے

ہاتھ میں آپ کے جب حق نے دیا حق عباد
شرط انصاف ہے ہر حال پریشاں کے لئے

نور انصاف پہ ٹھہریں نگاہیں جا کر
آئینہ سامنے ہو دیدۂ حیراں کے لئے

آپ کے فیض و اکرام کا چرچا ہے سنا
عرض رزاق سے ہو وسعت داماں کے لئے

معذرت خواہ ہوں ناراض نہ ہوں نظم سے آپ
مجھ کو ٹھنڈک سی ملی سینۂ بریاں کے لئے

خوش و دلشاد رہیں پائیں ترقی آزاد
ہے دعا دل سے یہ محبوب علیخاں کے لئے

در تعزیت ڈاکٹر سر اقبال سیالکوٹی

ہر قوم چاہتی ہے ہو آشیاں ہمارا
ہندوستاں نہ ہو کیوں رشک جہاں ہمارا

دور فلک نے اس کی گو دھجیاں اڑا دیں — لہرا رہا ہے اب تک لیکن نشاں ہمارا
بتلا سکے نہ جگ کو ہندی ہیں بھائی بھائی — ثابت نہ کر سکا یہ طرز عیاں ہمارا
ہم متحد جو ہوتے شیر و شکر کی صورت — کرتا نہ بال بیکا دور زماں ہمارا
لاکھوں کھلے یہاں گل یوں ہی ہیں کھلتے — لافانیت کا ڈھانچہ ہے بوستاں ہمارا
سالار کارواں کا دیتے جو ساتھ مل کر — منزل پہ جا پہنچتا یہ کارواں ہمارا
اقبال کی جدائی اب جانگزا ہے اپنی — باقی نہیں ہے ہم میں تاب و تواں ہمارا
آہوں کا بن کے بادل چھایا ہے آج ہم پر — پنہاں تھا جو ازل سے درد نہاں ہمارا
سر حفظ وطن کا رگ رگ میں اس کے پنہاں — ہم رازداں تھے اس کے وہ رازداں ہمارا
بلبل وہ تھا اسی کا ہم نغمہ زن ہیں جس میں — باغ و بہار دنیا ہندوستاں ہمارا
اسلاف کا ہے مخزن اخلاف کا ہے منبع — یہ سرزمیں ہماری یہ آسماں ہمارا

ہے نو بہار کا اک آزاد پیش خیمہ
کیا کر سکی ہے اب تک باد خزاں ہمارا

بموقع سالگرہ چچا سیتل پرشاد صاحب

بساں لولوئے شہوار برسا جو ابھی پانی — چچا کے سال نو پر چرخ کرتا ہے درافشانی
چمکتی ہیں سمن کی پتیاں الماس کی صورت — چمن میں ہے گل لالہ برنگ لعل رمانی
ہوئے ہیں مست و بیخود گل ہر اک صہبائے نظر — نظر افروز گلشن میں ہوئی ہے انکی عریانی
بڑھا دی ابر باراں نے چمن میں آج رعنائی — تبختر اپنا دکھلاتے ہیں ہر سو سرو بستانی

پچلے دور سے گلرنگ ابر نذر کی محفل میں ۔ بجا ہیں دوست مرغ و دال چہ ملا طک بریانی

مبارک ہو انہیں جلسہ جو آزادی ہے

بچا اپنے ہوں جھگڑا جو چھپی اپنی ہوں جگ رانی

در مدح رای چنی لعل صاحب وکیل ایڈووکیٹ

ہیں فخر طبقۂ وکلاء وکیل چنی لعل ۔ دکن میں فرد ہیں اک بے عدیل چنی لعل

لحاظ کرتے ہیں ان کا عدالتی حکام ۔ کہ بات کرتے نہیں بے دلیل چنی لعل

بچا سوں عقدے کئے وا انھوں نے قانونی ۔ مری سمجھ میں ہیں جیسے عقیل چنی لعل

مواد بحث میں اک بحر بیکراں میں وہ ۔ بحث کی شکل میں ہیں رود نیل چنی لعل

وکیل جتنے ہیں ان سب کے گنے لیتے ہیں ۔ وہ ہیچ تان سے دیتے ہیں ڈھیل چنی لعل

مقابلہ میں ہیں وکلاء کے سد سکندر ۔ موکلوں کے لئے ہیں فصیل چنی لعل

وکیل ہی نہیں پیشہ میں دست صادق بھی ۔ جمال صدق و خلوص و جمیل چنی لعل

نہ اس کو ناز ہو کیونکہ جیت جائے گا ۔ مقدمے میں ہوں جس کے کفیل چنی لعل

خدا کا فضل ہے پھر یہی غنیمت ہے ۔ کہ فیس لیتے ہیں ہم سے قلیل چنی لعل

کہاں سے لائے بہت فیس بنگے آزاد

جو کرتے ہوں تو کریں قال وقیل چنی لعل

بوقت آمد از سفر یورپ راجہ محبوب کرن بہادر آصفجاہی

آشیاں بر سر شاخست زایواں خوشتر — شور بلبل بہ چمن از گلستاں خوشتر
جنبش باد سموم است بہ صحرا موزوں — لغزش پاے صبا گشت بہ بستاں خوشتر
راحت قلب محبان وطن باز آمد — در شبستان وفا شمع فروزاں خوشتر
از سفر آمد محبوب کرن سوے وطن — حب وطنش بود از ملک سلیماں خوشتر
صحتش خوب شد از فیض سفر شکر خدا — چوں کند بادہ انگور بہ مستاں خوشتر

رونق روے زمیں بلبل و گل شد بہزاد
شد عزیزے زپے بزم عزیزاں خوشتر

مبارکباد بتقریب سپرد خدمت بہار صاحب مکرمی جناب رانی ج بہاری
صاحب وکیل ایڈوکیٹ دہلی بموقع آمد حیدرآباد

صبا باغ میں آج اترا رہی ہے — مسرت کی دل پر گھٹا چھا رہی ہے
چمک صدق الفت کی کھلا رہی ہے — محبت محبت سے ٹکرا رہی ہے
جو تھی شاخ اک اپنے شجرہ کی اوجھل — وہ اب صاف ہم کو نظر آرہی ہے
یہ یکرنگی خون اسلاف دیکھو — تماشا حقیقت کا بتلا رہی ہے

توکل گھرانے کی سچی کشش تھی ، دکن تک جو دلی پہ کھنچی آ رہی ہے
سری رام جی کی عنایت ہے بیہپر ہمیشہ سے جو کار فرما رہی ہے
مسرت دسہرہ کی دونی ہو کیوں نہ بچھڑوں کو وہ ہم سے ملوا رہی ہے

مبارک ہو اپنوں کو اپنوں سے ملنا
یہ آزاد ہر سو صدا آ رہی ہے

بموقع جاترائے بھگوان سری چترگپت جی

آج بشک وز فرخ فال ہے دل خوشی سے اپنا مالا مال ہے
کلک اپنا کیوں نہ ہو مانی رقم مست ذوق آتش سیال ہے
دیکھئے نیرنگئ اعمال کو آپ ہی اپنا بچھایا جال ہے
کیوں نہ وہ کہلائے صورت چترگپت ہو گئے جو مثال بے تمثال ہے
کیوں نہ متمکن ہو وہ ہر قلب میں جو جہاں کا کاتب اعمال ہے
شان کثرت ہم سے ہے اور ہم سے ہی عالم وحدت کا استدلال ہے
یہ کتابت نامہ اعمال کی زندگی نو کی سب کے فال ہے
ہے عمل کثرت ناچار و نظر مہر جس کی آنکھ کا اک خال ہے
ہے عمل عکس عمل ورنہ یہاں ایک ماضی حال استقبال ہے
چت میں جب گپت ہونگے سب عمل دو جہاں کا پھر کہاں جنجال ہے
کون سنتا ہے لگا کر اپنے کان بات اپنی آپ در غربال ہے
ہو مبارک جاترائے چترگپت آج کا دن غرہ شوال ہے

خمسه بر غزل حافظ شیراز

خراب بادهٔ لعل تو هوشیارانند

قتیل بر تن ابرو ستم شعارانند ادیب کاکل پیچان سیاه بارانند
شهید تیر نگاهت ز رست نگارانند غلام نرگس مست تو تاجدارانند
خراب بادهٔ لعل تو هوشیارانند

خبر دهست بدلها ز دل که داند راز طلب نه کرد ز دلهائے دهر آنکه نیاز
حقیقت است عیان گشته او بت طناز ترا صبا و مرا آب دیده شد غماز
وگرنه عاشق و معشوق رازدارانند

نگه که پاره کند قلب صورت خنجر بسوخت نور رخش جان چو آتش اخگر
به باغ حسن بر دچون ترا رفیق نظر بزیر زلف دوتا چون نظر کنی بنگر
که در یمین و یسارت چه سوگوارانند

بگرد خون دل لاله جامه اش رنگین شدست روئے شفق از خراش دل خونین
ز جور ہائے تو اندر زمانه نیست همین گذار کن چو صبا بر بنفشه زار ببین
که از تطاول زلفت چه سوگوارانند

ز ذره ذره جهان بسته شد به بین اخوت چو سر نهاد کسے یافت در جهان عزت
که نیست در پے مغرور بیگمان رفعت دلتعب در گذر و بیش ازین مکن نخوت
که ساکنان در دوست خاکسارانند

ہمیں بہ خدمت تو ہست التماس برد — کہ نیست از تو مرا رنجش و ہراس برد

بہ آستان چہارم بنہ اساس برد — نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برد

کہ مستحق کرامت گناہ گارانند

پئے ثنائے تو چوں دیگراں گہ ایم بس — بہ باغ حسن تو چوں بلبلے درآیم و بس

ز عہد بستہ خود دیگر گر بر آیم و بس — نہ من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس

کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند

چو خاک پائے تو گشتم بجان و دل ہمہ تن — زبان خویش ببستم چو صورت سوسن

زمانہ ہست مخالف مرا فلک دشمن — تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من

پیادہ میروم و ہمراں سوارانند

نظر تو سوئے جہان خراب فانی کن — بہ عیش دادہ خلاق کامرانی کن

تو ترک دیر و حرم کردہ زندگانی کن — بیا بہ کدہ و چہرہ ارغوانی کن

مرو بہ صومعہ کانجا سیاہ کارانند

ز مستی مئے عشق تو ہوشیار مباد — بجز جمال تو پیش نظر بہار مباد

دلے ز بند تو آزاد و رستگار مباد — خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد

کہ بستگان کمند تو رستگارانند

غزل

در دیار خویش دانم من بہار خویشتن — کس نخواہد دور بودن از دیار خویشتن

آدمم من بعد ازیں اندر تعین حیرت است — چوں بدست ما ز حق شد اختیار خویشتن

در خیال مہوشے می گریم از روز ازل   جز شب تارے نمی بینیم یار خویشتن

احتساب دو جہاں بر نعرۂ منصور چیست   پردہ دستش شد جہاں چوں پردہ دار خویشتن

راز دار خویش ہستم من از خویش چوں   چون بگویم در جہاں من راز دار خویشتن

با سرت دست شستم من ز فردوس بریں   یافتم تا لامکاں را مرغزار خویشتن

از فکر دو جہاں آزاد دل بردا شتیم

نامۂ ایں ساز ہستی ساز گار خویشتن

ترجمہ غزل حافظ شیراز

دوش در حلقۂ ما قصۂ گیسوئے تو بود

رات محفل میں مری قصۂ گیسو تھا ترا   نصف شب حسن سلسلہ مو تھا ترا

دل کہ آغشتہ بخون خنجر مژگاں سے تھا   پردہ مشتاق کماں خانۂ ابرو تھا ترا

شکر صد شکر کہ لائی تو صبا تیرا پیام   ورنہ پر غیر رقیبوں سے سر کو تھا ترا

تھی نہ دنیا کو خبر شور دشمن خلق سے کچھ   فتنہ انگیز جہاں غمزۂ جادو تھا ترا

میں ہی سرگشتہ تھا اک اہل سلامت سے مگر   جال اک راہ میں ہاں طرۂ ہندو تھا ترا

کھول تو بند قبا تا کہ کھلے دل میرا   باعث عیش مرا راحت پہلو تھا ترا

قبر حافظ پہ گذر تجھ کو وفا کی سوگند

نزع میں دقت خیالات رخ و رو تھا ترا

مثنوی

بڑھاپے کے روشن و تاریک پہلو

پیری کا بیاں سنائیں تم کو
حالت اس کی بتائیں تم کو

سب نے فتویٰ دیا ہے یہ ہی
کہتے ہیں در فنا ہے پیری

ہوتا ہے حافظہ معطل
رہتی نہیں بات یاد اک پل

آنکھوں کا نور کم ہے ہوتا
انساں کو نہیں سوجھائی دیتا

کانوں پہ اگر بجائیے ڈھول
کھل جائے وہیں ڈھول کا پول

جب ثقل میں سامعہ ہو مستور
سننے میں کیوں نہ ہوگا مجبور

لذت مٹتی ہے ذائقہ کی
تھوڑی بھی غذا نہیں ہے پچتی

گردن ہوتی ہے ایک جھٹکا
ہے سر انسان کا ہلنے لگتا

تنفس ہوتا ہے اک خراب نکما
انسان کا دم ہے رکنے لگتا

اعصاب کی قوتیں ہیں گھٹتی
رعشے کی بھی بنا ہے پڑتی

دوڑے خون کیسے جسم بھر میں
طاقت رہتی نہیں جگر میں

کیلوس بہت ہی کم ہے بنتا
ہو جاتا ہے فتور معدہ

زائل ہوتی ہے قوت باہ
شیطاں کرتا ہے جس سے گمراہ

بوڑھے پر یہ مثل ہے پھبتی
سو عیب ہیں اور ایک پیری

لیکن اس طرح یہ بھی ہو کے
پیری کے بتاتا ہوں میں درجے

انسان کا جسم عنصری ہے
گھٹ بڑھ اس میں لگی ہوئی

گھٹ بڑھ کے اٹھیں لہریں جو عنصر — ہوں گے نہ وہ ذات پر موثر

پیری ہر شے پہ چھا رہی ہے — ہر شے ہے کہن بتا رہی ہے

کمزور ہی حافظہ سے اصلا — نقصاں نہیں علم میں پہ آتا

یہ حافظہ صرف مادی ہے — جھلی اک علم پہ پڑی سی ہے

تنہ رکھتی ہے جس طرح سے — ہے علم و روح ایک ہی شے

تعلیم جو بچپنے میں پا کر — دنیا کے تجربے اٹھا کر

ہوتا ہے پختہ مغز انساں — سنتا ہے وہ آپ اس کا فرماں

بینائی آنکھ سے ہو گو دور — رہتی ہے دل کی آنکھ پر نور

کانوں سے اگرچہ سن گیا ہے — دل کا تو ساز بج رہا ہے

جسکو جس حس سے جس نے جانا — رکھتی ہے اسے وہی توانا

معدوم ہیں سارے کھیل پہلے — رکھا ہوا کیا ہے ذائقہ میں

تسلیم کا سر ہے جھکنے لگتا — پہچانتا ہے جب اپنا آپا

قطعاً ہی الگ ہے روح اس سے — بنتے ہیں مادے کے جھگڑے

جس نے کچھ عمر پا کے جانا — کمزوری پہ بھی ہے توانا

ہیں معنی علم جان لینا — کشتی کو عمر کے ہے کھینا

آجائے گی جب سمجھ میں یہ تک — ممکن وہ نہیں کہ نیست ہوگی

کہتے ہیں جس کو ہم بڑھاپا — ہے اک نچوڑ زندگی کا

دنیا میں جو ہیں سر کھپاتے — کچھ تو وہ نتیجہ پر ہیں آتے

ہوتا ہے بھلا انہیں سے جگ کا — ہر ہر ریشہ ہر ایک رگ کا

دنیا کا ہے فیصلہ سراسر
بوڑھوں کا ادب ہے فرض پیسر

وہ جانچ کے بات مانتے ہیں
باقی سب خاک چھانتے ہیں

بوڑھے جو جہاں میں ہیں کہاتے
تعلیم انھیں سے سب ہیں پاتے

ان دونوں جہاں کا تماشا
دکھلاتا ہے فقط بڑھاپا

طفلی و جوانی و بڑھاپا
ان کا اک رہگذر ہے آیا

جس طرح چلیں ہوا کے جھونکے
ذات انساں پہ ہیں گذرتے

کوندھی چمکی فضا میں بجلی
حالت نہ بدل سکی فضا کی

ہے دھوپ کبھی کبھی ہے بادل
گاہے ماہے برس پڑے جل

سب کچھ ہوتا ہے اس میں کہرام
ان باتوں سے فضا کو کیا کام

دنیا کی حقیقتوں کا سودا
کرتا ہے جمع سب بڑھاپا

گذرے لہو و لعب میں بچپن
آیا جو شباب نکھرا جوبن

ان دونوں میں جو ہے کمانا
بڈھے پن میں ہے کام آنا

تعلیم جو نوجوان دیں گے
بوڑھوں کی کہی ہوئی کہیں گے

بچوں کو کہاں سے کیا ملا ہے
بوڑھوں کا سب کیا دھرا ہے

لیکن لڑکے جو ہیں سمجھتے
بیکار ہیں جیتے ہیں یہ بڈھے

ان کو سمجھائیں کہیے کیونکر
عقلوں پہ پڑے ہوں جن کے پتھر

تمثیلاً اک سنو کہانی
پیری انساں کی ہے جوانی

تھے اک شیخ الرئیس مشہور
علم طب میں وہ مثل فغفور

تھا فضل عمیم کبریائی
سو پر دس سال عمر پائی

تھا کہ امام طب کے تھے وہ — عالم اک مانتا تھا ان کو
وقت آخر جب اُن کا پہونچا — شاگردوں نے ان کے ان سے پوچھا
آثار یہ اب تمہارے ہیں — دنیا سے آپ جا رہے ہیں
دنیا میں رہے ہیں آپ سو برس[1] — کچھ دیجئے علم خاص کا درس
حضرت نے کہا میں کیا بتاؤں — اپنی تحقیق کیا سُناؤں
اک بار جو میں نے نبض دیکھی — کل عمر نہ پائی اس طرح کی
قدرت کے بہت عمیق ہیں راز — پاتے ہیں عمر پا کے مرتاض
چھٹتا ہے یہ اب جہان فانی — آغاز ہے جب مری جوانی
شاگردوں نے کہا کہ حضرت — گو آپ سے ہم کو ہے عقیدت
سو برس کے آپ ہو کے بڈھے — کہتے ہیں کہ میں جواں ہیں بیٹھے
بولے شیخ الرئیس ہنس کر — عقلوں پہ پڑے ہیں تمہاری پتھر
گذری وہ جو تھی گذشتہ دانی — ہے ظلم یہ میرے اب جوانی
کہتا ہوں سنو اور اک کہانی — بوڑھوں کی قوت عیانی
تھے بھیشم پتامہا جو ایک جودھا — کورو پانڈو کے تھے وہ دادا
لوہے کی طرح تھا جسم ان کا — سو برس سے عمر تھی زیادہ
کوئی نہ مقابل ان کے ٹھہرے — دنیا میں وہ ایسے جنگجو تھے
آگے ان کے ٹکے جوان کوئی — ایسا عالم میں تھا کہاں کوئی
بھیم اور دریودھن قوی تن — قوت جرأت کے تھے وہ مخزن
ارجن کرن اور درون سے بیر — دنیا کو کیا جنھوں نے تسخیر

[1] اردو بول چال میں برس بالتحریک ہے مگر صحیح ہندی لفظ بہ سکون اوسط ہے۔ آزاد

یہ ہشت گل اور سہ پہلو — تجھے دیو مثال یہ بھی ملے ایو
سینے میں بھیشم کے پڑے تھے — چھکے چھوٹے ہوئے کھڑے تھے
آگے ان کے فروغ پایا — سورج کو چراغ تھا دکھانا
تھی جسم میں ان کے بھی قوت — عالم کو تھی رہنمائے عبرت
سمجھے انسان اگر ہو دانا — پیری ہے کمائی کا خزانہ
تمثیلاً یہ لکھی کہاوت — بوڑھے پن کی بتائی عزت
اب آگے کہوں کہ اور کیا ہے — سب سے بوڑھا تو خود خدا ہے
اس کو انساں ضرور جانے — جھکتا ہے جہاں جس کے آگے

آزاد نے سر جھکا دیا ہے
اور طالبِ رحمتِ خدا ہے

تاریخ طبع خمخانہ از مولانا محمد ضامن صاحب کنتوری

چھپ کے تیار ہوگئی آخر | دیکھنا نظم دلکش آزاد
جذبات دلی کا آئینہ ہے | باصفا نظم دلکش آزاد
جسنے یہ نظم دیکھی اسنے کہا | واہ وا نظم دلکش آزاد
پھول اس باغ میں ہیں رنگارنگ | حبذا نظم دلکش آزاد
سنئے تاریخ طبع ضامن نے | کہدیا نظم دلکش آزاد

۱۳۵۷ھ

جناب رائے مہادیو پرشاد صاحب رفیق جاگیردار سرکار عالی

ہے کلام آزاد کا رفعت پناہ | اس کو وہ دیکھے جو ہو وحدت نگاہ
فرحت افزائے دل و جان رفیق | واہ ہے خمخانہ آزاد واہ

۱۳۴۸ ف

جناب رائے دامودر پرشاد صاحب جوہر منصبدار سرکار عالی

خزانہ معرفت حق کا تھا جو بیش بہا | عیاں وہ دہر میں حقیقت یہ صاف ہو کے رہا
جو دل سے سال اشاعت کو پوچھا جوہر نے | کلام ہو گیا طبع اب مرے خسر کا کہا

۱۳۴۸ ف

تاریخ از کرشن دیال صاحب ستم بموقع طبع "خمخانہ آزاد"

ہو گیا ہے طبع آزاد سخن گو کا کلام
جا نفز اسب نے یہ مژدہ بادل خنداں سنا
اے ستم تجھ سے اگر پوچھے نہ فصلی کوئی
اُس کو۔ عالی مرتبہ گلدستہ دیوان ۔ سنا

۱۲ ف ۸ھ

از جناب محمد علیم الدین صاحب صدیقی المتخلص بہ علیم تحصیلدار پائیگاہ

چھپ گیا آزاد کا دیوان اب
ہر طرف شور مبارک باد ہے
کون وہ آزاد جس کی فکر سے
خانہ شعر و سخن آباد ہے
کون وہ آزاد جس کی ہر گھڑی
طبع موزوں مائل ایجاد ہے
داد کے قابل ہے اسلوب بیاں
ڈھنگ بندش کا بھی جیا یاد ہے
کیوں پسندیدہ نہ ہو سارا کلام
آج اپنے رنگ کا استاد ہے
آگیا واللہ لطف شاعری
شاعروں کا دل نہایت شاد ہے
کہدے تو سال طباعت اے علیم
بے بدل خمخانہ آزاد ہے

۱۲ ھ ۵۷

طبعزاد حکیم رائے ویسرائے صاحب المتخلص بہ وہمی

آزاد سے ہے رونق میخانہ ادب
پر ہے مئے مضامیں سے پیمانہ ادب

دیوان ان کا شکر خدا طبع ہو گیا — جس پر نثار ہو گئے دیوانۂ ادب
اس کا ہر ایک لفظ ہے شمع تخیلات — اس کا ہر ایک نقطہ ہے پروانۂ ادب
وہبی سُنا دو مصرع تاریخ اس طرح — چرخِ کہن پہ ہے زمہ خمخانۂ ادب

۱۳ ف ۴۹

دیگر

آزاد کا دیوان جب فضلِ خدا سے چھپ گیا — کہنے لگے نقادِ فن گنجینۂ عرفاں ہے یہ
وہبی نے سالِ عیسوی طوطی کے لب سے یہ سُنا — خمخانۂ اہلِ ادب گلدستۂ دیواں ہے یہ

۱۹ ۶ ۴۸

جناب رائے دامودر پرشاد صاحب جوہر منصبدار سرکار عالی

جس کے تھے مداح شعرائے کبار — جس پہ ہوتے تھے ہر اک جی سے نثار
اس کا سالِ طبع اب جوہر لکھو — ہے کلامِ آزاد کا باغ و بہار

۱۳ ۵۰

حسب فرمائش و خواہش منجانب نور چشم راج کرن بلی طو لعمرہ

داد سخن ش کلام خواہد داد — بیند آنکس کہ او بود نقاد
ایں دعائے کہ ز صد قدل است — مظہرِ حق کلام بابا داد

۱۳ ۵۰

قطعہ تاریخ تولد دختر بہ نور چشم بلرام بلی

سالہا شد کہ جبینم سائید — کرد مقسوم خوشم چوں تائید
شکرِ خلاق کہ بلرام ترا — دخترے ماہ جبینے زائید

۱۳ ۵۸

گ - خ ۸۹۱٫۴۳۱۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۲۲۲۵

٨٩١٤٢٣١٥ گ - 2

گورنمنٹ ملی آزاد

ضمیمہ

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقا، مجلس انتظامی، مجالس تعلیمات و نصاب بیک وقت پانچ کتابیں ایک ماہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذۂ جامعہ عثمانیہ و کلیات ملحقہ و دیگر عہدہ داران جامعہ اور اراکین دار الترجمہ دو کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳۔ طلبائے ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی و جماعت ... دو کتابیں ... اپنے پاس رکھ سکیں گے ... [illegible]

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلب ... ایک آنہ یومیہ ... [illegible]

۵۔ ... کتاب ... [illegible]

۶۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان ... [illegible]

۷۔ قلمی نسخے ... جاری نہیں کیے جائیں گے فقط